مصنف: ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی

Published by
TEHREEK-E-FIKR-E-REZA
تحریک فکر رضا

الحمد للہ رب العلمین ط والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین ط

اما بعد فأعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ط بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

حسّامُ الحرمین کے سو سال

(پسِ منظر و پیشِ منظر)

تحریر۔ ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی

اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے، وہ اپنے بندوں کو جانچنے کے لئے انہیں طرح طرح کے امتحانات سے گزارتا ہے۔ ۱۲۰۰ھ کے بعد جو فتنے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے پیدا ہوئے، وہ قیامت کی نشانیوں میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔ الآیات بعد المائتین (مشکوۃ) کا ایک ممکنہ مفہوم (احتمال) یہ بھی لیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ بارہ سو سال بعد آثار قیامت نمودار ہوں۔ چنانچہ تیرھویں صدی کی ابتداء میں شاہ اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ۔۱۲۴۶ھ) نے ''تقویۃ الایمان'' لکھ کر تفریق بین المسلمین کا آغاز کیا، کتاب ''ارواح ثلثہ'' میں حالات شاہ اسماعیل دہلوی حکایت نمبر ۵۹ میں ہے کہ انہوں نے اپنے اس جرم کا اعتراف بھی کیا ہے۔ باہمی خانہ جنگی، لڑائی جھگڑا اور فساد کا اعتراف کرنے کے باوجود بھی کتاب میں کوئی تبدیلی نہ کی گئی، بلکہ کتاب ''صراطِ مستقیم'' میں اپنے پیر سید احمد بریلوی (۱۲۰۱ھ۔۱۲۴۶ھ) کیلئے اللہ تعالیٰ سے مصافحہ و مکالمہ اور کلام حقیقی کرنے کے دعوے کئے اور ان کیلئے معصومیت اور وحیِ باطنی کے مقام کا دعویٰ بھی کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ منصبِ نبوت نشانے پر ہے۔ ایک جماعت علماء اپنے اس لیڈر کو امام مہدی ماننے لگی اور اس نے چہل حدیث بھی بزعم خویش جمع کر لی۔ (حاشیہ، شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، ص ۱۳۲، ۱۳۳)

بالاکوٹ کے معرکے میں یہ تحریک بظاہر اپنے انجام کو پہنچی مگر اس کی باقیات نے مہدویت اور نبوت پر تدریجاً پہنچنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ علمائے حق نے اپنے اپنے طور پر ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔ اعلیٰحضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ''حسام الحرمین'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ میں لکھنی شروع ہوئی اور ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۴ء میں مکمل ہوئی۔ ۱۳۲۵ھ میں اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی۔ آج اس کتاب کو وجود میں آئے ایک صدی گزر چکی ہے، جھوٹ، بہتان، گالی گلوچ، دھوکہ فراڈ اور تشدد کے ساتھ اس کتاب کا جواب دینے کی کوششیں کی گئیں، جس سے مذہبی خودکشی کی کئی علمی مثالیں بھی سامنے آئیں۔ متعلقہ افراد کے نام وجرم بمع تبصرہ حاضر خدمت ہیں۔

۱۔مرزا غلام احمد قادیانی کا جُرم :

مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۹ء۔۱۹۰۸ء) نے ۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء میں ''براہین احمدیہ'' شائع کی جس میں مدعی الہام مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۱۸۹۱ء میں مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۱ء میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اس کا پسِ منظر بیان کرتے ہوئے اس بات سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ ۱۸۶۹ء میں انگریز مفکرین پادریوں کی ایک جماعت ایک خاص مقصد کے لئے ہندوستان آئی۔ ۱۸۷۰ء میں اس وفد کے ارکان کا واپس لندن پہنچ کر اجلاس ہوا، ایک رپورٹ تیار ہوئی، جس میں ایک ایسا آدمی تلاش کرنے پر زور دیا گیا جو اپنے ظلّی نبی ہونے کا اعلان کرے۔ (پیش لفظ، بیس بڑے مسلمان، از ڈاکٹر خالد محمود، مطبوعہ لاہور، ص ۶)

دو سال بعد ہی ۱۸۷۲ء میں کتاب ''تحذیر الناس'' وجود میں آئی جس میں خاتم النبیّین کے مسنون متواتر اور اجماعی معنی کو ٹھکرا کر نیا معنی ایجاد کیا گیا۔ مگر سات سال بعد ۱۸۷۹ء میں تحذیر الناس کا مصنف مرکر مٹی میں مل گیا

تو متبادل ڈھونڈا گیا، چنانچہ اسی سال مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ نامی کتاب لکھنے کا اعلان کیا۔۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک اس کتاب کی چار جلدیں وجود میں آئیں۔اس کتاب میں الہامات ایجاد کر کے مقامات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ ڈاکہ ڈالا اور تحریف قرآن کا ارتکاب کیا۔مگر غیر مقلد مولوی محمد حسین بٹالوی (متوفی ۱۳۳۸ھ) نے اپنے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں اسے اسلام کی تاریخ میں بے نظیر کتاب قرار دیا۔۱۸۸۴ء میں ہی غیر مقلدین کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی (متوفی ۱۳۲۰ھ) نے ۷ار نومبر ۱۸۸۴ء کو مرزا قادیانی کا نکاح پڑھایا (مطرقۃ الحدید ،از مولوی یحییٰ گوندلوی غیر مقلد،ص۱۴)۔ابوالحسن علی میاں ندوی اور رفیق دلاوری مصنف "رئیس قادیان" بھی براہین احمدیہ پر سب اچھا کا فتویٰ دیتے ہیں۔(مطرقۃ الحدید،ص ۳۹،۴۰)

بہر حال جب براہین احمدیہ چھپی تو ۱۳۰۱ھ مولوی محمد لدھیانوی، مولوی عبد اللہ لدھیانوی اور مولوی عبد العزیز لدھیانوی ابنائے مولانا عبد القادر لدھیانوی نے براہین احمدیہ کے مصنف کو ملحد و زندیق قرار دیا۔۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء میں مناظر اہل سنت حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا رد شائع کیا،جس کا نام "رجم الشیا طین بر اغلولات البراھین" ہے اس کے علاوہ آپ نے "تحقیقات دستگیریہ فی رد ھفوات براھینیہ" بھی لکھی۔مگر دیوبندیت کے امام مولوی رشید احمد گنگوھی (متوفی ۱۳۲۳ھ) نے ان حضرات کا فتویٰ رد کرتے ہوئے مرزا قادیانی کو مرد صالح قرار دیا۔(فتاویٰ قادریہ از مولوی محمد لدھیانوی،ص۳۔رئیس قادیان ،ص۴۷۔تقدیس الوکیل،ص۳۹۰) اس پر مذکورہ علمائے لدھیانہ نے رشید احمد گنگوھی صاحب کو گمراہ و گمراہ گر کہا ،خناس کہا، الہاما بدشکل قرار دیا۔(فتاویٰ قادریہ صفحہ ۹۹،۱۴۱،۴،۱۴۰) اور مولوی رشید احمد گنگوھی کے فتاوائے امکان کذب کا رد کیا (فتاویٰ قادریہ ص۹۴،۱۴۱) مذکورہ علماء لدھیانہ کو دیوبندی قرار دینا عجیب تحکم اور سینہ زوری ہے۔

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء میں اپنی کتاب "تقدیس الوکیل" ص۳۹۰ میں تذکرہ کیا ہے کہ "مرزا قادیانی براہین احمدیہ میں انبیاء سے برابری کرنے سے بڑھ کر نبیوں سے اپنے آپ کو اونچا کر رہا ہے، یہاں رشید احمد اس کو مرد صالح سے تعبیر کرتے ہیں، اور فقیر نے جب اس کا رد لکھ کر مع اس کی اصل کتاب اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" کے جس میں اس نے مرزا کے اقوال کی تائید کی ہے،حرمین معظمین بھیج کر فتویٰ طلب کیا تو ......مفتیان اربعہ مذاہب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ وغیرھم مدرسین نے اس کی تکفیر و تفسیق فرمائی۔

۱۸۹۱ء میں جب مرزا قادیانی نے حیات مسیح علیہ السلام کا انکار کیا اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی نذیر حسین دہلوی وغیرہ بھی مرزا کے مقابلے پر اتر آئے۔ان کے جلو میں مولوی ثناء اللہ امرتسری (متوفی ۱۹۴۸ء) بھی آگئے،تاہم ان سات سالوں میں غیر مقلدوں اور دیوبندیوں کے عوام کا کافی حصہ مرزا کے جال میں آچکا تھا۔

۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں مولانا غلام رسول شہید امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) نے "الالہام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح" لکھی،مولانا ارشاد حسین رام پوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) نے بھی "فتویٰ دررد دعاوی مرزا قادیانی" لکھا۔مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) نے "فتویٰ در ابطال نکاح المرتد" لکھ کر پنجاب میں سب سے پہلے مرزا کو مرتد قرار دیا۔

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۱۴ھ میں مرزا کو مباہلہ کے لئے للکارا اور "فتح الرحمانی بہ دفع کید قادیانی" لکھی۔مرزا قادیانی کو جنوری ۱۸۹۷ء میں طے شدہ میدان مباہلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی،مولانا نے جان لیا کہ ابھی مرزا کی موت کا وقت دور ہے جبھی مباہلہ میں آنے سے بچ گیا، آتا تو مرجاتا۔آپ

نے دعا کی کہ مرزا کو توبہ کی توفیق ملے یا پھر (اپنے وقت پر) ظالموں کی جڑ کٹنے (مرزا کی موت کا عمل) اتنا توہین آمیز ہو کہ مسلمان خوش ہوں اور تیری حمد کریں۔ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ اتمام حجت کے تمام مرحلے پورے کرنے کے بعد اپنا فرض ادا کر کے ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) ۱۸۸۹ء میں مناظرہ بہاول پور میں مرزا قادیانی کے بارے میں مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کی زبانی فتوے سن چکے تھے اور مولانا قصوری کی حمایت بھی کر چکے تھے۔ (ملاحظہ ہو تقدیس الوکیل) آپ نے اپنی کتاب "فوائد فریدیہ" ۱۸۹۵ء میں چھپوائی تو اس میں مردود اور دوزخی فرقوں میں فرقہ احمدیہ مرزائیہ بھی درج فرما دیا۔ مرزائیوں نے جعل سازی سے جو مکتوب (بذریعہ غلام احمد اختر و مولوی رکن دین) "اشارات فریدی" میں درج کروایا، اس کے موضوع (گھڑے ہوئے اور جعلی) مکتوب ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ اس جعلی خط میں ہے کہ "میری زبان پر کبھی بھی تیرے بارے میں سوائے تعظیم کے کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا"، حالانکہ اس سے پہلے دو سال سے فوائد فریدیہ چھپی ہوئی تھی اور اس میں آپ نے مرزائی احمدی فرقہ کو مردود اور دوزخی لکھا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ پر بہتان تراشی کی گئی ہے۔

مرزا قادیانی اور دیو بند کے شیخ الکل کا مؤقف

دیو بند کے شیخ الکل مولوی رشید احمد گنگوہی سب سے آخر میں مرزا کے مخالف ہوئے اور اُسے صرف "گم راہ" کہا (رئیس قادیان، ص ۴۱۸، ۴۵۱۔ تذکرۃ الرشید، ج۱، ص ۱۴۰) مرزا قادیانی کے کافر یا مرتد ہونے کا کوئی فتویٰ گنگوہی صاحب کے قلم سے جاری نہ ہو سکا، کتاب یا رسالہ لکھنا تو دور کی بات ہے۔

۱۳۱۴ھ میں مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف "انوار آفتاب صداقت" (متوفی ۱۹۴۶ء تقریباً) نے کتاب "کلمہ فضل رحمانی" لکھ کر مرزا کی حقیقت کو ظاہر کیا۔

۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں سہارنپور (یوپی، انڈیا) سے حیات مسیح کے سلسلے میں بریلی شریف سوال بھیجا گیا تو مرزا کے رد میں مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء) نے "الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی" لکھی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے اس کی تقریظ میں مرزا کو فرعون اور شیطان قرار دیا۔

۱۸۹۹ء میں مولانا محمد حسن فیضی جہلمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) نے ۱۳ر فروری کو مسجد حکیم حسام الدین (سیالکوٹ) میں اپنا ایک بے نقط عربی قصیدہ مرزا کو دیا اور پڑھنے کو کہا مگر مرزا نے پڑھنے کی جرأت نہ کی اور اپنے جاہل ہونے کا ثبوت دیا۔

۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء) نے کتاب "شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح" لکھی۔ ۲۵ر اگست ۱۹۰۰ء کو حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمہ کا مرزا سے لاہور میں مناظرہ ہونا تھا مگر مرزا نہ آیا۔ ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۲ء میں لاجواب کتاب "سیف چشتیائی" لکھی۔

اگست ۱۹۰۲ء/۱۳۲۰ھ میں مولانا پیر عبد الغنی کشمیری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۳۸ھ) نے امرتسر سے بریلی شریف ایک فتویٰ تصدیق کے لئے بھیجا، اس میں مرزا کی عبارات متفرقہ درج تھیں تو مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ "السوء و العقاب علی المسیح الکذاب" لکھا، جس میں آپ نے لکھا کہ "اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا، اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتیں"۔ اور پھر اس کی ہر عبارت کی قباحت ثابت کرنے کے بعد لکھا کہ "اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ وہ یقیناً کافر اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر"۔ پھر مرزائیوں کے بارے میں لکھا کہ "مرزا کو امام و پیشوا و مقبول خدا کہتے ہیں قطعاً یقیناً سب مرتد

ہیں''۔ اس فتوی کے بعد مرزا کی کتابیں منگوائیں گئیں تو ۱۳۲۰ھ میں ہی "المعتمد المستند بناء نجاة الابد" میں مرزا کی بعض عبارات ذکر کرکے تکفیر فرمائی، ۱۳۲۳ھ میں "قہر الدیان علی مرتد بقادیان" لکھی۔ ۱۳۲۴ھ میں "حسام الحرمین" میں مرزائے قادیان کی تکفیر حرمین شریفین کے علماء کی تصدیقوں کے ساتھ کی گئی۔ اس کے ردعمل میں علمائے دیوبند کو بھی "المہند" میں ۱۳۲۶ھ میں مرزا قادیانی کو کافر قرار دینا پڑا۔ ساتھ ہی یہ جھوٹ بھی بولا گیا کہ مولانا رشید احمد گنگوھی کا کفر قادیانی کا فتویٰ مطبوع و شائع شدہ ہے، حالانکہ وہ فتویٰ گمراہی کا ہے (تذکرۃ الرشید، ج ا، ص ۱۴۰) اہل علم جانتے ہیں کہ کفر اور گمراہی میں بعض اعتبار سے نہ سہی تو بعض اعتبار سے فرق ہے۔

اسی دوران مولانا کرم الدین دبیر ساکن موضع بھیں ضلع جہلم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء) نے ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۴ء تک مرزا اور مرزائیوں کو سرکاری مقدمات میں خوب رسوا کیا۔

مولانا نواب الدین رمداسی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء) نے اگست ۱۹۰۳ء میں مرزا کو بازو سے پکڑا اور لاجواب کرتے ہوئے فرمایا کہ "اگر خدا کو نبی بنانا ہوتا تو تجھ جیسے ٹکو کو نہ بناتا بلکہ مجھ جیسے وجیہ کو بناتا مگر نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے"۔

مرزا قادیانی کی موت کی پیشن گوئی

۲۲ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) نے بادشاہی مسجد لاہور میں جمعۃ المبارک کے خطبے میں مرزا قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج دیا، مرزا لاہور میں موجود تھا، بار بار کے تقاضا اور اعلان کے باوجود سامنے نہ آسکا۔ ۲۵، ۲۶ رمئی کی درمیانی شب میں آپ نے مرزا کی موت کی پیش گوئی فرمائی اور ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو مرزا عبرت ناک رسوائی کے ساتھ مرکر جہنم رسید ہوا۔ فقطع دابر القوم الذین ظلموا و الحمد للہ رب العلمین۔

مرزا قادیانی اور غیر مقلدین کے شیخ الکل کا مؤقف

علمائے غیر مقلدین کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی (متوفی ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) نے مرزا کو مسلمان ماننے والے علماء کے خلاف کوئی فتویٰ نہ دیا (فتاویٰ نذیریہ، ج ۲، ص ۳۸۹) گویا مرزا کی تکفیر کو فروعی اور مختلف فیہ قرار دیا۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کو فاتح قادیان کہا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مرزا کے خلاف مولوی ثناء اللہ نے بہت کام کیا۔ مگر بایں ہمہ کتاب "فیصلہ مکہ" ص ۲۶ پر ان کے بارے میں ان کے ساتھی انکشاف کرتے ہیں کہ "آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی ...... آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے ...... آپ نے مرزائیوں کو عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمان مانا"۔ آپ نے ۲ رابریل ۱۹۱۵ء کو اخبار اہل حدیث امرتسر میں لکھا کہ "میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر ایک کلمہ گو کے پیچھے اقتداء جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی"۔ آپ نے ۱۷ رجولائی ۱۹۰۸ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں لکھا کہ "مرزائیوں کو کافر نہ کہنے والوں کو کافر کہنا صحیح نہیں ہے"۔ آپ نے ۲ رنومبر ۱۹۳۴ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں مرزائن عورت سے نکاح جائز قرار دیا۔ گویا مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نزدیک بھی تکفیر مرزائی فروعی اور مختلف فیہ مسئلہ تھا۔

مولوی شمس الحق ڈیانوی غیر مقلد (متوفی ۱۳۲۹ھ) نے مرزائیوں کو صرف گمراہ کہا۔ (مطرقۃ الحدید ،ص ۸۔ فیصلہ مکہ، ص ۷)

ہفت روزہ "تنظیم اہل حدیث" لاہور شمارہ ۲۲ رمارچ ۱۹۷۴ء میں انکشاف کیا گیا کہ (امیر جمعیت اہل حدیث) مولوی محی الدین لکھوی تو اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ مرزائیوں کو کافر نہیں کہتے"۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی (متوفی ۱۹۷۹ء) کا ایک مکتوب ملتا ہے کہ لاہوری احمدی جماعت کی تکفیر نہیں ہو

سکتی کہ وہ مرزا قادیانی کو محض ایک مجدد مانتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد (امیر تنظیم اسلامی) نے کتاب "تحریک جماعت اسلامی، ایک تحقیقی مطالعہ" ص ۱۹۰ پر مولانا مودودی کی جماعت کا یہی موقف ذکر کیا ہے۔

مرزا قادیانی اوردیوبند کے حکیم الامت کا مؤقف

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی حسام الحرمین کے ایک سال بعد ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ تک یہی لکھ رہے ہیں کہ "خاص مرزا کی نسبت مجھ کو پوری تحقیق نہیں کہ کوئی وجہ کفر کی ہے یا نہیں۔ (امداد الفتاویٰ، ج۴، ص۱۱۶) دس سال بعد ۲۶ شوال ۱۳۳۵ھ کو تھانوی کو کسی معتقد نے خط لکھا تو اس نے شکایت کی کہ "اس وقت جناب کا اور حضرات دیوبند کا بہت اثر ہے، اگر حضرات کی خاص توجہ اس طرف ہوتی تو لوگوں پر زیادہ اثر ہوتا اور لوگوں کو یہ خیال ہوتا کہ واقعی یہ فتنہ ہے اس سے بچنا ضروری ہے"۔ جواباً تھانوی صاحب نے ردّ قادیانیت کو فرض کفایہ کہہ کر جان چھڑائی۔ (امداد الفتاویٰ، ج۲، ص۱۷۸) بلکہ تھانوی صاحب نے چشتی رسول اللہ کو کلمہ کفر ماننے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ "کلمہ کفر جب ہے کہ ماؤّل نہ ہو"۔ پھر دو تاویلیں گھڑی ہیں، اور ایک قول صحابی گھڑا ہے کہ انہوں نے (صحابی نے) کہا ہے "انی رسول اللہ الیکم"۔ معاذ اللہ۔ (السنۃ الجلیہ فی الچشتیہ العلیہ، از مولوی اشرف علی تھانوی، مطبوعہ الہ آباد ۱۳۵۱ھ، صفحہ ۱۱۷)۔ اہل سنت ایسا کلام کفر مانتے ہیں ہاں اتر تو کیا خبر واحد سے بھی یہ ثابت نہیں۔ ایسا سکر یا غلبہ حال میں ہی ہو سکتا ہے۔ (ان شاء اللہ اس موضوع پر پھر کبھی لکھا جائے گا)۔

مولانا ابوالکلام آزاد وفات مسیح کے قائل تھے اور مرزا کو برا نہیں کہتے تھے۔ (ملفوظات آزاد ،ص ۱۳۰) مولوی عبید اللہ سندھی اپنی تفسیر "الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن" ص ۲۴۱ پر لکھتے ہیں کہ "جو حیات عیسیٰ لوگوں میں مشہور ہے، یہ یہودی کہانی نیز صابی من گھڑت کہانی ہے"۔ مولوی عبید اللہ سندھی احمدی اور غیر احمدی میں نفرت کے قائل نہیں تھے، وہ اس روگی مذہبیت کو مٹانا چاہتے تھے۔ (اقبال قائداعظم اور پاکستان، از راجہ رشید محمود، ص ۱۴۴)

مولوی کفایت اللہ دہلوی نے خاندانی مرزائی کے ہاتھ کا ذبیحہ درست قرار دیا ہے اور اسے اہل کتاب کے درجے میں رکھا ہے۔ (کفایت المفتی، ج۱، ص۳۱۳)

مرزا قادیانی اوردیوبندیوں کا فتاویٰ

مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی نے فتویٰ دیا ہے کہ جس شخص کو مرزا کے عقائد باطلہ کا علم ہو مگر وہ شخص کسی شبہ اور تاویل سے کافر نہ کہے تو اس کو کافر نہ کہا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج۱، ص۷، ۸)

دیوبندی شیخ التفسیر مولوی احمد علی لاہوری نے صاف صاف کہہ ڈالا کہ "مرزا غلام احمد قادیانی اصل میں تو نبی تھے لیکن میں نے ان کی نبوت کشید کر لی اور یہ نبوت اب مجھے وحی کی منفعتوں سے نواز رہی ہے۔" (ماہنامہ تجلی ،دیوبند، شمارہ جنوری ۱۹۵۷ء)

قادیانی نبوت اور وحی کے فیض یافتہ یہ اکیلے ہی نہیں بلکہ دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب "احکام اسلام عقل کی نظر میں" میں مرزا کی کتابوں کی عبارتوں کی عبارتیں اپنے نام سے شائع کی ہیں اور وہ اس میں مکمل فیض یافتہ مرزا معلوم ہوتے ہیں۔ (مطرقۃ الحدید، ص ۵۳، ۵۴) اس کتاب کا پہلا حصہ ان کی زندگی میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔ دوسرا حصہ ماہنامہ "الہادی" کی جلد اول از جمادی الاول ۱۳۴۳ھ لغایت ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ میں طبع ہوا جو محمد عثمان خامی کی ادارت میں مطبع محبوب المطابع دہلی سے چھپ کر کتب خانہ اشرفیہ دہلی سے شائع ہوتا تھا، شمسی تقویم کے مطابق اس شمارہ کی تاریخ طباعت نومبر ۱۹۲۵ء بنتی ہے اور مولانا تھانوی کے نام کے ساتھ "مدظلہم" لکھا ہے، اسی شمارے میں لکھا ہے کہ اس کتاب کی جلد سوم جمادی الاول ۱۳۴۴ھ جلد دوم الہادی میں شائع ہونی شروع ہوگی، اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ کتاب تھانوی صاحب کی زندگی میں شائع ہو چکی تھی

۔(ماہنامہ نعت، تحقیق وسرق نمبر، شمارہ اکتوبر ۲۰۰۰ء،ص ۱۲۹) غالباً یہی وجہ ہے کہ ۱۹۳۲ء میں کسی نے مرزا کے متعلق سخت الفاظ استعمال کیے تو تھانوی صاحب نے اس کا برا منایا اور مرزا کا دفاع کیا،عبد الماجد دریا بادی عینی شاہد ہیں کہ تھانوی نے کہا کہ ''یہ زیادتی ہے،توحید میں ہمارا ان کا کوئی اختلاف نہیں، اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدہ ختم رسالت میں''۔(مطرقتہ الحدید از مولوی محمد یحییٰ گوندلوی غیر مقلد،ص ۵۵۔۵۶،بحوالہ سچی باتیں،ص ۲۱۳)مولانا دریابادی چونکہ محمد علی لاہوری مرزائی کی تفسیر سے فیض یاب ہوئے اس لئے وہ خود بھی قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔مولانا ابوالحسن علی ندوی ان کے اس نرم گوشے کو''خطائے اجتہادی'' کا نام دیتے ہیں۔(معاذ اللہ)۔(جماعت اسلامی پاکستان کا ماہنامہ ترجمان القرآن ،شمارہ فروری ۱۹۹۶ء،ص ۸۴)

۱۹۷۴ء کی قرارداد اور دیوبندی مولویوں کا دستخط کرنے سے انکار

یہ سلسلہ یہیں نہیں رکتا بلکہ ۳۰ رجون ۱۹۷۴ء کو جب پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے قرارداد پیش ہوئی تھی تو دو عدد دیوبندی مولویوں نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا ایک مولوی غلام غوث ہزاروی اور دوسرے مولوی عبد الحکیم (صوبہ سرحد)۔یونہی مولانا کوثر نیازی نے ہفت روزہ ''شہاب'' لاہور ۳۰ راپریل ۱۹۷۰ء اور ۲۱ رمئی ۱۹۷۰ء کے شماروں میں انکشافات کئے ہیں کہ مولوی احتشام الحق تھانوی تو احمدیوں کا نکاح پڑھواتے رہے ہیں۔یہ تو خیر گزری کہ انورشاہ کشمیری اور عطاء اللہ شاہ بخاری نے ختم نبوت کے سلسلے میں مثبت کام کیا، ورنہ ان کے لوگوں نے تو کفر قادیانی کو بھی ایک فروعی مسئلہ سمجھا ہوا تھا کہ مرزا کی تکفیر نہ کرنے والے اہل علم کو یہ لوگ مسلمان قرار دیتے تھے۔

مگر حسام الحرمین کے فتوی کی عظمت کو سلام ہے کہ ''جس نے مرزا کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے''۔اعلٰحضرت امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء میں رسالہ ''باب العقائد والکلام'' لکھا جو فتاویٰ رضویہ جلد اوّل میں موجود ہے، اس میں مرزائیوں پر سخت رد فرمایا گیا۔پھر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں ''**الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی**'' لکھی۔اہل سنت اکابر نے بعد میں بھی ان گنت کتابیں مرزا قادیانی کے رد میں لکھیں، ان میں پروفیسر محمد الیاس برنی رحمتہ اللہ علیہ کی ''قادیانی مذہب''،مولانا محمد عالم آسی رحمتہ اللہ علیہ کی ''الکاویہ علی الغاویہ''،مولانا محمد عمر اچھروی رحمتہ اللہ علیہ کی ''مقیاس نبوت'' اور مولانا مہر الدین جماعتی علیہ الرحمہ کی ''حیات عیسیٰ'' بڑی مقبول ہوئیں۔مولوی یوسف لدھیانوی دیوبندی اور مولوی عبد الغفور اثری غیر مقلد کی جماعتیں ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں اور نہ ہی ان حقائق کا یہ لوگ سامنا کر سکتے ہیں، انہیں کیا پتہ کہ حسام الحرمین کا فتوی کتنا قطعی اور کتنا وزنی ہے۔

اہل سنت کا فتوی کس قدر قطعی اور یقینی ہے، یہ روز روشن کی طرح واضح ہے،مگر دوسروں کے یہاں تضاد فتوی اور کمزوریٔ فیصلہ کا حال اوپر بیان ہو چکا۔فی زمانہ اس مسئلہ میں مخالفین بھی اہل سنت کے فتوی پر آ چکے ہیں۔مگر امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ پر الزام تراشی کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔ایک الزام یہ لگایا کہ مولانا احمد رضا خاں کے استاد مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی رحمتہ اللہ علیہ،مرزا قادیانی کے بھائی ہیں(نعوذ باللہ)۔(خالد محمود دیوبندی کی کتاب ''مطالعہ بریلویت'' ج ا،ص ۵۰،۱۹۵)(غیر مقلدین کے امام العصر احسان الٰہی ظہیر کی کتاب ''البریلویہ''،ص ۴۱)

حالانکہ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے استاد مکرم مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی (پ ۱۸۲۷ء۔ف ۱۹۱۷ء)ولد حکیم مرزا حسن جان بیگ لکھنوی، فاروقی النسب ہیں جو مدرسہ مصباح التہذیب کے پہلے مہتمم تھے، جب کہ مرزا قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر(۱۸۲۸ء۔۱۸۸۳ء)ولد مرزا غلام مرتضےٰ قادیانی مغل

برلاس تھا، جو دینا نگر ضلع کورداس پور کا معزول تھانیدار تھا، مرزا قادیانی کا بھائی جب مراتب تک تو خود مرزا قادیانی بھی اہل حدیث اور دیو بندی علماء کی آنکھ کا تارا تھا۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی اس کے نکاح خوان بننے کی سعادت حاصل کر رہے تھے اور دیو بندیوں کے شیخ المشائخ رشید احمد گنگوہی اُسے مرد صالح کا تمغہ دے رہے تھے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان تو اس وقت مرزا غلام قادر قادیانی کے نام سے بھی واقف نہ تھا۔ ایک الزام یہ لگایا کہ مولانا احمد رضا خاں نے کسی قادیانی کی شان میں کہا ہے کہ "زاہد مسجد احمدی پر درود" (دیکھا کہ ص ۵۳۔ مطالعہ بریلویت، ج ۱، ص ۳۱۶) حالانکہ "حدائق بخشش" میں نعتیہ "لاکھوں سلام" موجود ہے، یہ شعر حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھا گیا ہے، سیاق وسباق بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی دشمنی میں آ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قادیانی قرار دینا تاریخ کا ایک بدترین ظلم ہے۔

۲۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی کا جرم

پس منظر یہ کہ صاحب تقویۃ الایمان نے دعویٰ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے (نعوذ باللہ)۔ (تقویۃ الایمان، ص ۱۶) حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کا اب بنا عقلاً محال ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اول الخلق، افضل الخلق، اول شافع، اول مشفع، سید المرسلین اور خاتم النبیین ﷺ ہیں اور ان میں سے کوئی فضل دو کو ملنا محال ہے۔ ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں شیخو پور ضلع بدایوں (یو پی۔ بھارت) میں مسئلہ امکان و امتناع نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سلسلے میں ایک مناظرہ ہوا۔ مولانا عبد القادر بدایونی اور مولوی امیر احمد سہسوانی فریقین کے مناظر تھے۔ اس کی روداد مولوی محمد نذیر سہسوانی نے مناظرہ احمدیہ کے نام سے شائع کی۔ اس میں اثر ابن عباس بھی پیش کیا گیا کہ زمینیں سات ہیں اور ہر زمین میں ہے نبی کنبیکم۔ بریلی کالج کے استاد مولوی محمد احسن نانوتوی بھی اس اثر کے ظاہر کے معتقد کی حیثیت سے سامنے آئے۔ انہوں نے ہی مولوی محمد قاسم نانوتوی کو سوال بھیجا، جس کے نتیجے میں کتاب "تحذیر الناس" ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۲ء میں وجود میں آئی۔ مولوی محمد احسن نانوتوی نے اسے بریلی سے ہی شائع کیا۔ مولانا عبد القادر بدایونی کے شاگرد مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی نے ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء میں اس کا رد "تنبیہ الجھال بالھام الباسط المتعال" کے نام سے لکھا، اور دوسرے شاگرد مولوی فصیح الدین بدایونی نے ۱۸۷۵ء میں "قول الفصیح" کے نام سے اس کا رد لکھا۔ اس کا جواب مولوی قاسم نانوتوی نے "تنویر النبراس" (رد قول فصیح) کے نام سے دینے کی کوشش کی۔ تحذیر الناس کے مضامین پر دہلی میں مولوی قاسم نانوتوی کا مولانا محمد شاہ پنجابی سے مناظرہ ہوا۔ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں بمبئی سے رسالہ "ابطال اغلاط قاسمیہ" شائع ہوا، جس میں مولانا عبد الحی لکھنوی، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا عبد القادر بدایونی، مولانا محب احمد بدایونی، مولانا فصیح الدین بدایونی۔ مولوی عبید اللہ امام جامع مسجد بمبئی وغیرہ کے دستخط مولانا عبد الغفار نے لئے۔

خالد محمود دیو بندی نے مطالعہ بریلویت، ج ۳، ص ۳۰۰ پر لکھا ہے کہ "بعض عبارات سے لزوم ثابت کیا"۔ جب کہ محض "اثر ابن عباس" کے ظاہر کا معتقد ہونے پر مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ نے گم راہ کا فتویٰ دیا تھا۔ یہی فتویٰ رامپور سے دس مقتدر علماء نے بھی جاری کیا تھا، جن میں مولانا ارشاد حسین رامپوری اور مولانا عبد الحق خیر آبادی جیسے اکابر بھی شامل تھے۔ (تنبیہ الجھال) مولوی محمد احسن نانوتوی نے اسے فتوائے تکفیر بتلایا ہے۔ (کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی، از پروفیسر محمد ایوب قادری، ص ۸۸)

بدایوں، بریلی، رام پور اور بمبئی کے علاوہ صورت حال یہ ہے کہ ۱۴ ستمبر ۱۸۷۴ء/۱۲۹۱ھ کو قاسم نانوتوی نے ایک خط میں لکھا ہے کہ "دہلی کے اکثر علماء نے (مولانا نذیر حسین محدث کے علاوہ) اس ناکارہ کے کفر کا فتویٰ دیا

ہے اور فتویٰ پر مہریں کرا علاقے میں اِدھر اُدھر مزید مہریں لگوانے کے لئے بھیج دیا ہے۔ اب خبر یہ ہے کہ وہ فتویٰ عنقریب عرب شریف بھی پہنچ گا۔ اس رسالے کے عرب شریف بھیجنے کا ایک مقصد یہ سمجھتے ہیں کہ مولانا رحمت اللہ اس کا مطالعہ فرمائیں اور ان ذریعہ سے عرب شریف کے علماء کی مہریں بھی اس فتویٰ پر ہو جائیں، اس علاقے کے احباب جواب کی امید کر رہے ہیں، مگر میں نے اپنے اسلام کو ننگ کفر سمجھ کر خاموشی کے علاوہ کوئی جواب نہیں دیا''۔
(قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، ص ۹۔۳۰۸۔ از نور الحسن کاندھلوی)

تحذیر الناس اور علماء عرب و عجم کا فتویٰ

تقدیس الوکیل میں ہے کہ "عرب وعجم کے اکابر علماء نے (تحذیر الناس کے) جواب اور رد لکھے اور نثر و نظم سے عمدہ طور پر اس مسئلہ کی تردید کی۔ من جملہ ان کے فتویٰ مکہ معظمہ کے مفتی مولانا عبدالرحمٰن سراج کا۔ اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بہشت میں اونچا کرے، جو قرآن و حدیث سے مستند ہے اور حرمین محترمین کے چاروں مذہبوں کے مفتیوں اور مدرسوں کی شہادتیں و تصحیح موجود ہے اور مصر کے مطبع منصوری میں واقعہ ۱۲۹۱ھ ۳۶ صفحوں پر چھپا ہے''۔

امروہہ کے مولانا عبدالعزیز امروہوی نے نانوتوی صاحب کا رد کیا تو مناظرہ نجیبیہ میں نانوتوی صاحب نے کہہ مکرنی کا گُر استعمال کیا۔ تھانہ بھون سے مولانا شیخ محمد تھانوی نے نانوتوی وغیرہ کی تردید میں "قسطاس فی موازنته اثر ابن عباس"، لکھی۔

اس دور کا نقشہ "الافاضات الیومیہ" میں ۴؍ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ کو تھانوی صاحب نے یوں بیان کیا کہ "جس وقت مولانا نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحی صاحب کے"۔ مولانا عبدالحی لکھنوی کے اس فتوے کا رد خواجہ غلام فرید کے ملفوظات "مقابیس المجالس" حصہ سوم مقبوس نمبر ۶۳ پر بھی موجود ہے۔ یہ واقعہ ۴؍ذی قعد ۱۳۱۴ھ کا ہے، جب خواجہ صاحب کو اثر ابن عباس کے بارے میں مولانا عبدالحی لکھنوی کے خیالات معلوم ہوئے تو قاسم نانوتوی کے نظریات کا تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ (ابطال اغلاط قاسمیہ کی اشاعت کے بعد مولانا عبدالحی بھی موافق نہ رہے، قائل لزوم بن گئے)

کتاب "ارواح ثلاثہ" میں قاسم نانوتوی کے حالات میں حکایت نمبر ۲۶۵ میں ہے کہ اب مولانا نانوتوی باڈی گارڈ رکھتے تھے، چھپ کر رہتے، سفر کرتے تو نام تک بتانے کا حوصلہ نہ رکھتے، خورشید حسین بتاتے، یہ کتاب مولانا نانوتوی کے لئے مصیبت بن گئی تھی۔

تحذیر الناس شائع کرنے پر نانوتوی صاحب کا غصہ

نانوتوی صاحب کو غصہ تھا کہ احسن نانوتوی نے تحذیر الناس کیوں شائع کر دی، کہتے ہیں "پر خدا جانے ان کو کیا سوجھی جو اس کو چھاپ ڈالا جو یہ باتیں سننا پڑیں" (قاسم العلوم، از نور الحسن راشد کاندھلوی، ص ۵۵۰)

۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء میں قاسم نانوتوی بغیر توبہ کئے اسی خوف اور تنگی کے ساتھ مر کر مٹی میں مل گیا۔

مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کے بعد اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۰ھ میں کتاب "الاسئلته الفاضله علی الطوائف الباطله"، لکھی اور ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں رسالہ "اعلام الاعلام" لکھا، جس میں تحذیر الناس کی دو تین عبارات کا ذکر کر کے قائلین کو بالقطع والیقین کافر مطلق قرار دیا۔ ۱۳۱۷ھ میں آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر کتاب "جزاء الله عدوه باباٰئه ختم النبوة"، لکھی، اس میں تحذیر الناس کی چھ مختلف عبارات نقل کیں اور ان کو ملعون و ناپاک شیطانی قول اور کفر ملعون قرار دیا، اور قائلین کو ضُلالِ ناسمانِ کفر و ضلال قرار دیا۔

۱۳۱۷ھ ہی میں آپ نے "فتاویٰ الحرمین بر جف ندوة المین"، مرتب فرمایا، جس میں سوال نمبر

۱۱ میں تحذیر الناس کی پانچ مختلف عبارتیں نقل کیں، پھر اسے کفر بواح اور ضلال فی الدین قرار دیا، اور ضروریاتِ دین کا انکار بتلایا متعدد علمائے حرمین شریفین نے اس کتاب کی تقریظیں لکھیں۔

۱۳۲۰ھ میں "المعتمد المستند بناء نجاة الابد " کے نام سے "المعتقد المنتقد " از مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کا حاشیہ لکھا، اس میں قاسم نانوتوی کے کفریہ جملے تحذیر الناس سے درج کئے۔ تین سال بعد ۱۳۲۳ھ میں حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی بھی وہیں تھا۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا علیہ الرحمہ کی عظمت واحترام کا عالم دیدنی تھا۔ "الدولتہ المکیہ "، "کفل الفقیہ الفاهم "، "الاجازت المتینہ " کی یادیں روح پرور ہیں، اس موقع پر "المعتمد المستند " میں کی گئی تکفیر کی تصدیق بھی علمائے حرمین نے کی جو "حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین" کے نام سے طبع ہوئی، اس میں قاسم نانوتوی صاحب کی تحذیر الناس سے یہ عبارتیں شامل ہیں۔ "بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے"۔ (تحذیر الناس، ص ۱۸) "بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا"۔ (تحذیر الناس، ص ۳۴) "عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں (بالذات) کچھ فضیلت نہیں۔" (تحذیر الناس، ص ۴۔۵)

اپنی کتابیں اور اپنے خلاف فتوے

اس کے بعد ۱۳۲۵ھ میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے دیگر علماء دیوبند کے ساتھ سر جوڑ کر ۲۶ فرضی سوالات مرتب کر کے جواب لکھا جسے "المھند علی المفند " کا نام دیا۔ اس میں اپنی تحریروں سے یہ لوگ مکر گئے اور اہل سنت کی بولی بولنے لگے۔ اس کتاب میں حسام الحرمین میں موجود متنازعہ فیہ عبارات کے مضمون پر حکمِ کفر میں اتفاق کیا تو یہ بھی دراصل حسام الحرمین کی ہی تائید وتصدیق ہوئی۔ رہ گئی ان کی کہہ مکرنی اور جھوٹ تو کتابیں موجود ہیں، اُردو میں چھپی ہیں اور ہر اہل زبان دیکھ سکتا ہے، اور لطف یہ کہ خود دیوبندی حضرات نے ایک محرف رسالہ "غایۃ المامول" شائع کیا ہے، اس میں مؤلف رسالہ شیخ برزنجی کے علاوہ پندرہ عرب علماء تصدیق کرنے والے ہیں، اس میں بھی تحذیر الناس، براھین قاطعہ اور حفظ الایمان کی تکفیر موجود ہے۔ (الشہاب الثاقب مع غایت المامول، مطبوعہ لاہور، ص ۲۹۷۔۲۹۹) یہ پندرہ تصدیقیں حسام الحرمین کے علاوہ ہوئیں۔

اس کتاب المھند کے جھوٹ دیکھنے ہوں تو صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی کتاب "التحقیقات" دیکھی جائے یا پھر مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمہ کی کتاب "راد المھند " کا مطالعہ کیا جائے، حسین احمد مدنی نے "الشہاب الثاقب" لکھی، جس کا تجزیہ مولانا مفتی محمد اجمل سنبھلی علیہ الرحمہ نے "ردّ شہاب ثاقب" کے نام سے لکھا، مولوی خلیل احمد اور مولوی حسین احمد نے تحذیر الناس کی متنازعہ عبارات کا ذکر تک نہ کیا بلکہ ان سے مکر گئے اور خلاصہ کے نام سے اپنی طرف سے من گھڑت کلام پیش کیا۔ البتہ مرتضیٰ حسن دربھنگی چاند پوری نے اپنے رسائل میں اور منظور نعمانی نے اپنی کتاب فیصلہ کن مناظرہ میں اور سرفراز صفدر نے عبارات اکابر میں اور خالد محمود نے مطالعہ بریلویت میں اصل عبارات کا ذکر کیا ہے مگر صرف الزام خیانت دینے کی خاطر، ورنہ متنازعہ عبارات کی تشریح کی بجائے وہی خلاصہ کے نام سے من گھڑت کلام پیش کر دیا جاتا ہے۔ اپنے دفاع میں ان لوگوں نے اب تک یہ کہا ہے کہ!

پہلا اعتراض

مولانا احمد رضا خاں نے اردو نہ جاننے والے عربی علماء کو دھوکا دینے کیلئے تحذیر الناس کی تین متفرق

عبارتوں کو اس طرح جوڑا ہے کہ کفریہ معنی پیدا ہو گیا ہے۔

دوسرا اعتراض

اور یہ کہ ''تاخرزمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں'' کا ترجمہ ''لا فضل فیہ اصلا'' کیا ہے، بالذات کا ترجمہ نہیں کیا گیا ورنہ اس قید سے فضیلت بالعرض ثابت ہوتی۔

تیسرا اعتراض

اور یہ کہ مولانا نانوتوی خاتم النبیین کے معنی ''آخری نبی'' میں منحصر کرنے کے خلاف ہیں، کہ صرف اور صرف یہی معنی ہے اور کچھ نہیں۔

چوتھا اعتراض

اور یہ کہ مولانا خاتمیتِ زمانی کے قائل ہیں اور اس کا انکار کفر سمجھتے ہیں، لہذا ثابت ہو گیا کہ تحذیر الناس کی متنازعہ عبارات برحق ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب

اس سلسلے میں پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عربی علماء تو اردو سے بے خبر تھے، تمیں سال سے جو بدایوں ، بریلی ، رامپور، لکھنو ، بمبئی، دہلی ، پنجاب اور پورے ہندوستان بھر کے علماء تحذیر الناس کے خلاف فتوے دے چکے تھے (جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا) کیا وہ بھی اردو سے بے خبر تھے؟ کیا انہیں بھی مولانا احمد رضا خان نے ہی تین متفرق عبارتوں کو جوڑ کر کوئی اور تحذیر الناس بنا کر پیش کی تھی؟ پھر کیا عربی علماء تکفیر جیسے مسئلہ پر اتنے متساہل تھے کہ اصل کتاب کا ترجمہ بھی کسی معتمد مترجم سے نہ کروالیتے ؟ کیا شیخ الدلائل مولانا عبدالحق الہ آبادی کو بھی اردو نہ آتی تھی؟ ،پھر ۱۳۴۵ھ میں مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمہ نے ''الصوارم الہندیہ'' شائع کی ،جس میں ۲۶۸ اُردو دان علماء کرام سے حسام الحرمین کے فتووں کی تائید میں فتوے شائع کیے گئے۔ لہذا اسلامی ٹکڑے جوڑ کر کفریہ عبارت بنانے کا اعتراض بالکل لغو ہے۔ متنازعہ عباراتِ تحذیر الناس میں ہر عبارت مکمل مفہوم دیتی ہے اور مستقل کفریہ ہے۔ یہ تینوں عبارات تین علیحدہ علیحدہ کفر ہیں، تین کفریہ عبارات کو جمع کرنے کے لئے ترتیب کی کیا ضرورت ہے؟۔

دوسرے اعتراض کا جواب

دوسرے اعتراض کے سلسلے میں عرض ہے کہ (میں بالذات کچھ فضیلت نہیں) کا ترجمہ (لا فضل فیہ اصلا) درست ہے، کیونکہ تحذیر الناس صفحہ ۱۳ پر ہے کہ ''موصوف بالعرض موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہیں ،موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کا اصل ہوتا ہے'' لہذا ''بالذات'' کا ترجمہ ''اصلاً'' کرنا درست ہے۔ نیز صاحب تحذیر اگر مقام مدح میں بالعرض فضیلت ہی کا قائل ہوتا تو یہ اعتراض نہ لکھتا کہ ''پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے'' (تحذیر الناس ص ۵) نیز یہ کہ صاحب تحذیر نے اپنے مکتوب میں تو بالذات کی قید خود ہی اُڑا دی ہے لکھتا ہے کہ ''خاتم النبیین کے معنی سطحی نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کا ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تو تعریف (مدح) ہے اور نہ کوئی برائی''۔ (انوار النجوم ترجمہ قاسم العلوم ص ۷۸۔۷۹) اب کون کہے کہ نانوتوی صاحب نے بھی اپنی بات میں خیانت کی ہے؟۔

تیسرے اعتراض کا جواب

تیسرے اعتراض کے سلسلے میں عرض ہے کہ نانوتوی صاحب نے لکھا ہے کہ ''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں

مگر اہل فہم" نانوتوی کے کلام میں حصر کا کوئی کلمہ موجود ہی نہیں ہے۔ اگر وہ لکھتے کہ "بایں معنی ہی ہے" یا "فقط بایں معنی ہے" یا "صرف بایں معنی ہے" تو حصر کا دعویٰ ہو سکتا تھا، مگر اب اس کے پرستاروں کا یہ دعویٰ کہ عبارت میں حصر ہے، قطعاً جھوٹ ہے اور طفل تسلی سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ پھر نانوتوی صاحب نے اہل فہم (عقل مندوں اور دانشوروں) کی نمائندگی کرتے ہوئے جو اعتراضات کئے ہیں وہ سارے کے سارے آخری نبی ہونے پر ہیں نہ کہ حصر پر۔ مزید یہ کہ خاتم النبیین کا مسنون ومتواتر وقطعی واجماعی معنی وتفسیر صرف اور صرف فقط آخری نبی ہی ہے اور اس معنی پر اعتراضات کر کے کوئی نیا معنی ایجاد کرنا یقیناً تفسیر بالرائے کے زُمرہ میں آتا ہے۔ یقیناً ایسے کودک نادان کا "بقول خود" اسلام برائے نام ہے۔

چوتھے اعتراض کا جواب

رہ گیا چوتھا اعتراض کہ متعدد عبارات نانوتوی سے ثابت ہے کہ وہ خاتمیتِ زمانی کے قائل ہیں اور خاتمیت زمانی کے انکار کو کفر سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ نانوتوی صاب کی عبارات میں یہاں تضاد پایا جاتا ہے کہ وہ خاتمیتِ زمانی مانتے بھی ہیں اور نہیں بھی مانتے۔ تحذیر الناس کے ابتداء ہی میں خاتمیت زمانی ماننے کی قباحتیں وہ یوں بیان کرتا ہے کہ "اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تأخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی"۔

اس صورت میں وہ خدا تعالیٰ کے لئے زیادہ گوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نقصانِ قدر اور کلام خدا میں بے ربطی کے اعتراضات سے ڈراتا ہے تاکہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی کا قول صحیح نہ مانا جائے۔ اتنی قباحتوں اور گستاخیوں سے آلودہ کر کے خاتمیت زمانی کو وہ بالفرض مانا بھی تو کیا مانا؟۔ بلکہ قاسم نانوتوی تو خاتمیتِ زمانی کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق ہی نہیں سمجھتا، ملاحظہ ہو تحذیر الناس ص ۱۱ پر وہ لکھتا ہے کہ "شایانِ شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی"۔ اسی طرح تحذیر الناس ص ۳۳۔۳۴ پر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت کا اپنا موقف پیش کر کے لکھتا ہے کہ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"۔ اگر نانوتوی خاتمیت زمانی کا قائل ہوتا تو لکھتا کہ "خاتمیت محمدی میں ضرور فرق آئے گا"۔ حالانکہ تحذیر الناس ص ۱۱ پر خود لکھ چکا تھا کہ "ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض (یعنی نبی بالذات ماننے) کو تأخر زمانی لازم ہے"۔ لازم اوپر باطل ہو چکا تو ملزوم بھی باقی نہ رہا۔ معاذ اللہ۔ یونہی تحذیر الناس ص ۵ پر لکھا ہے کہ "موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوتا ہے"۔ اور تحذیر الناس ص ۷ پر لکھتا ہے کہ "وصفِ ایمانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض"۔ اگر نبی بالذات ماننے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا لازم آتا تھا تو نانوتوی پرست ان مذکورہ دو عبارتوں کو سامنے رکھ کر بتلائیں کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مومن بالذات ماننے سے لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری مومن ہیں اور آپ کے بعد کوئی بھی مومن نہیں ہے معاذ اللہ۔ چلئے اب خاتم النبیین کے معنیٔ مسنون ومتواتر وقطعی واجماعی کو عامیانہ خیال قرار دینے والے نام نہاد اہل فہم کی بے ایمانی ان کی اپنی کتاب سے ہی لازم آ رہی ہے، کہیئے اب حسام الحرمین کی کیا شکایت ہے؟۔

نبوت بالذات کے ساتھ ساتھ ایمان بالذات کا قول بھی تحذیر الناس میں ہی موجود ہے۔ قاسمی صاحبان خود ہی انصاف کریں اور آپ ہی فیصلہ دیں کہ بانی دیوبندیت نے یہ کیا لکھا ہے؟۔ متنازعہ فیہ عبارات کو تو المھند والے نے پیش ہی نہیں کیا تھا بلکہ خود ایک فرضی خلاصہ بنا کر پیش کیا۔ پورے مکہ معظمہ میں صرف ایک ہی مکی عالم نے المھند کے صرف انہی فرضی مضامین کی تائید کی۔ (دوسرا خان نواب، تیسرا مہاجر اور چوتھا افغانی تھا، دیگر دو نے رجوع کر لیا مگر پھر بھی ان کی تائید المھند میں شامل ہے) مدینہ منورہ میں دو عالموں نے صرف انہی فرضی خلاصوں کی تائید کی

۔مگر ساتھ ساتھ ایک نے مسئلہ امکان کذب جاری کرنے پر ان کو ڈانٹا اور دوسرے نے میلاد شریف اور اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے ان کا رد کیا۔علمائے ازہر نے بھی میلاد شریف کے حوالہ سے دیوبندی موقف کو مردود ٹھہرایا۔لہذا المھند سے حسام الحرمین کا جواب نہ ہوا بلکہ متنازعہ عبارات چھپا کر ایک اعتبار سے تائید ہوئی ہے۔

دیوبند ہی سے مکتبہ راشد کمپنی نے تحذیر الناس شائع کی تو عبارت یوں بدل دی کہ ''اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا''۔(پیدا ہو) کی جگہ (فرض کیا جائے) لکھا گیا مگر اصل کفر پر نظر نہ جا سکی۔اگر (فرق نہ آئے گا) کی جگہ (فرق آئے گا) لکھتے تو البتہ اس عبارت سے کفر ختم ہو سکتا تھا،مگر یہ تو بزعم خویش اہل فہم ہیں۔ان کو کون سمجھائے؟۔

مناظرین دیوبندیت جتنی چالیں چلیں مگر قاسم نانوتوی کے پوتے قاری طیب صاحب نے پوری دلیری کے ساتھ اپنے دادا کی تعلیم کو واضح کیا ہے کہ ''ختم نبوت کا یہ معنی لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا،یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے ......(معاذ اللہ) ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں بلکہ کمال نبوت اور تکمیل نبوت کے ہیں''۔(خطبات حکیم الاسلام،ج ۱،ص ۴۷) جب کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی''(ترمذی شریف) قاری طیب نے مزید لکھا ہے کہ ''حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخش بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آ گیا نبی ہو گیا''۔(آفتاب نبوت۔ص ۱۹) اس پر دیوبند ہی سے عامر عثمانی کو لکھنا پڑا کہ ''حضرت مہتمم صاحب نے حضور کو نبوت بخش کہا تھا،مرزا صاحب نبی تراش کہہ رہے ہیں حرفوں کا فرق ہے معنی کا نہیں''۔(تجلی نقد و نظر نمبر،ص ۷۸) قاسم نانوتوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت بالذات اور باقی انبیاء کے لئے بالعرض نبوت کا قول کیا یعنی باقی انبیاء کیلئے ظلی نبوت کا قول کیا،وہ لکھتا ہے کہ ''غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں''۔(تحذیر،ص ۳۸) مولوی انور شاہ کشمیری نے نبوت بالذات اور بالعرض کی تقسیم کو قرآن پر زیادتی اور محض اتباع ہوا قرار دیا ہے (یعنی خواہش نفسانی کی پیروی)۔(خاتم النبیین،ص ۳۸) اور آپ نے ''عقیدۃ الاسلام'' ص ۲۰۶ پر اس تقسیم کو ناجائز قرار دیا ہے۔''فیض الباری،ج ۳،ص ۳۳۳ پر انہوں نے نانوتوی کی تشریح اثر ابن عباس کو خلاف قرآن ظاہر کیا ہے،اور نانوتوی پر مالیس لک بہ علم (جس چیز کا تجھے علم نہیں) میں دخل دینے کا طعن کیا ہے۔دیوبندی مناظر محمد امین صفدر اوکاڑوی نے تجلیات صفدر،ج ۲،ص ۵۹۲ پر لکھا ہے کہ ''اگر کوئی کہے کہ میں آپ کو خاتم النبیین تو مانتا ہوں مگر خاتم النبیین کا معنی نبی گر ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہریں لگا لگا کر نبی بنایا کرتے تھے تو یہ بھی کفر ہے''۔

تحذیر الناس اور غیر مقلدین کا فتویٰ

دیوبندیوں کے بھائی غیر مقلدوں کو بھی اب ہوش آ گیا ہے،چنانچہ مولوی یحییٰ گوندلوی غیر مقلد نے ''مطرقۃ الحدید'' میں اور مولوی عبد الغفور اثری غیر مقلد نے ''حنفیت اور مرزائیت'' ص ۱۴۰۔۱۴۱ پر تحذیر الناس کی عبارت کو مرزائیت (کفر) بتلایا ہے۔سید طالب الرحمٰن (مناظر غیر مقلدین) نے بھی تحذیر الناس کے خلاف یہی فتویٰ دیا ہے۔(عقائد علماء دیوبند،ص ۷۶) جب کہ ثناء اللہ امرتسری سے لے کر احسان الٰہی ظہیر تک یہ لوگ قاسم نانوتوی کے معتقد تھے۔

''عبارات اکابر'' از مولوی سرفراز صفدر اور ''مطالعہ بریلویت'' از خالد محمود میں ہے کہ بعض علماء کرام اور مشائخ عظام نے مولوی محمد قاسم نانوتوی وغیرہ کی تعریف کی ہے بلکہ خواجہ قمر الدین سیالوی اور پیر محمد کرم شاہ صاحب نے تحذیر الناس کی بھی تعریف کی ہے۔اس کے جواب میں عرض ہے کہ آپ لوگ تو کہا کرتے تھے کہ ''حجت قول و فعل مشائخ سے نہیں ہوتی''۔(فتاویٰ رشیدیہ،ص ۱۱۷) آج کس منہ سے ان کا نام لے رہے ہیں۔مزید عرض ہے

کہ ان کی تعریف کرنے والوں نے کفریہ عبارات سے بے خبری وغفلت کی حالت میں محض حسن ظن کے طور پر تعریف کی ہوگی، جیسے قیامت کے دن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم غلبۂ رحمت میں بعض لوگوں کو اپنے امتی اور اپنے صحابی کہیں گے مگر پھر جب فرشتے ان کے کفر وارتداد کی طرف متوجہ کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دھتکار دیں گے ۔چنانچہ جب خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب تحذیر الناس پیش کی گئی تو آپ نے قاسم نانوتوی کی تکفیر کر دی ۔(دعوت فکر، ص۱۱۰۔۱۱۱) پیر کرم شاہ صاحب کو ۱۹۶۴ء میں مغالطہ دیا گیا، انہوں نے غلط فہمی کا شکار ہو کر کتاب کی تعریف کر دی، پھر ماہنامہ ضیائے حرم، شمارہ اکتوبر ۱۹۸۶ء کے ص ۴۹ پر انہوں نے اس بات پر ندامت و افسوس ظاہر کیا ہے ۔(الندم التوبہ) اسی شمارہ کے ص ۵۳ پر انہوں نے امام اہل سنت کے فتوے (حسام الحرمین) کی ''بے لاگ تنقید'' کے الفاظ سے تائید کی ۔اور ص ۴۴ پر نانوتوی کی عبارت کو خاتم النبیین کے اجماعی مفہوم کے مخالف قرار دیا اور صحابہ کرام کو زمرۂ عوام میں شمار کرنے اور اہل فہم سے خارج کرنے کی جسارت کی طرف متوجہ کیا ۔ص ۴۶ پر لکھا کہ ''ان احادیث قطعیہ کے مقابلہ میں اپنی طرف سے ایک تفسیر کا اضافہ ایک اچنبھا ہے'' ۔آگے خاتمیت بمعنی تاخر زمانی لینے پر اعتراضات کو ایک طرفہ تماشہ قرار دیا، یہاں اچنبھا اور طرفہ تماشہ کے الفاظ مفتی کی زبان نہیں بلکہ ادیب اور مصلح کی زبان کہے جاسکتے ہیں ۔۱۹۷۷ء میں سورۃ طلاق کی تفسیر لکھتے ہوئے اثر ابن عباس کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا تھا (تفسیر ضیاء القرآن، ص ۳۰۸۲) اور تحذیر الناس کی بنیاد ہی اڑا دی ۔۱۹۷۱ء میں سورۃ احزاب کی تفسیر میں صراحۃً لکھا کہ خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین ہے، یہاں فقط یہی مراد ہے ۔(تفسیر ضیاء القرآن ص ۲۱۵۱) پیر کرم شاہ صاحب نے نانوتوی کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے، مگر مفتی کی بجائے ادیب کے رنگ میں لکھا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ مطالعہ بریلویت کے مصنف کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ آخر کار پیر کرم شاہ صاحب نے سابقہ موقف چھوڑ کر دیو بندی حضرات کو تکفیر کا صدمہ پہنچایا ہے ۔(مطالعہ بریلویت ج ۱، ص ۴۱۴) تو پھر ان کا سابقہ موقف بیان کرتے رہنا طفل تسلی نہیں تو اور کیا ہے؟ ۔باقی حضرات کے سلسلہ میں عرض ہے کہ عمومی قاعدہ ہے کہ تعدیل مبہم پر جرح مفسر کو ترجیح ہوتی ہے اور مخالف متعصب کی جرح مبہم کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی ۔

مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے اگرچہ ابتداء میں اختلاف کیا مگر کتاب ''الطاری الداری'' کے بعد انہوں نے اپنے سابقہ امور سے توبہ کرتے ہوئے امام احمد رضا کے فتوائے تکفیر سے اتفاق کرلیا ۔(اخبار ہمدم لکھنو ۲۰ رمئی ۱۹۲۱ء) یونہی مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ نے ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں مولانا حامد رضا خاں سے خط و کتابت میں حسام الحرمین کی تائید کی ۔(محدث اعظم از مولانا جلال الدین قادری، ج ا ص ۱۰۸۔۱۱۱) مولانا عبد الحی لکھنوی وغیرہ نے ''ابطال اغلاط قاسمیہ'' میں نانوتوی پر کفر آنے کا قول کیا ہے (مطالعہ بریلویت ج ۳ ص ۳۰۰ وغیرہ) علمائے رامپور نے نانوتوی پارٹی کی تضلیل و تکفیر کا فریضہ ابتداء ہی میں انجام دے دیا تھا ۔(مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۸۸) سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کے والد گرامی مولانا معین الدین نزہت علیہ الرحمہ پہلے قاسم نانوتوی کے مرید تھے، حقیقت آشنا ہوئے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کے مرید ہوئے اور کہا۔

پھر اہوں میں اس گلی سے نزہت ۔۔۔ ہیں جس میں گمراہ شیخ و قاضی

آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا

۱۵ر شوال ۱۳۵۲ھ کو مسجد وزیر خاں لاہور میں مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کا مولوی اشرف علی تھانوی سے عبارات متنازعہ پر فیصلہ کن مناظرہ طے پایا ۔مولانا حامد رضا خاں لاہور میں موجود رہے لیکن مولوی اشرف علی نہ آیا، اس موقع پر علامہ اقبال مرحوم نے دیو بندیوں کی متنازعہ عبارات سن کر کہا ''مولانا یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں، ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑ جانا چاہیئے'' ۔(دعوت فکر، ص ۱۰۵۔۱۰۶) ۲۷ر اگست ۱۹۷۹ء کو

جھنگ شہر میں مناظرہ ہوا،مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب نے مولوی حق نواز جھنگوی دیوبندی کوشکست دی،مصنفین نے فیصلہ دیا کہ دیوبندی گستاخ رسول ہیں ۔منصف پروفیسر تقی الدین انجم سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج جھنگ نے دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارات سنیں تو رو پڑے۔ دیوبندیوں کے ماہر بریلویت ،مصنف ''رضا خانی مذہب'' وغیرہ ،مولانا سعید احمد قادری بھی طویل بحث مباحثے کے بعد اپنی دیوبندیت سے تائب ہوکرسنی بریلوی بنے۔

یہاں ایک شبہ بھی زائل کر دیا جائے کہ نبی کے لغوی معنی اور اصطلاحی معنی میں فرق ہے، اصطلاح شرع میں قطعی امرونہی کے ساتھ مخاطب کرنا ہی تشریع ہے عام اس سے کہ وہ امرونہی قدیم ہو یا جدید۔شریعت ونبوت میں کچھ فرق نہیں ،تشریعی نبوت دراصل اصطلاحی نبوت کو کہا گیا ہے۔لغوی معنی کے اعتبار سے غیر تشریعی نبوت کے لفظ جو بعض حضرات نے بولے ہیں (مثلاً شیخ اکبر کی فتوحات مکیہ،محدث طاہر کی تکملہ مجمع البحار، امام شعرانی کی الیواقیت والجواہر،عبدالکریم جیلی کی الانسان کامل ،شاہ ولی اللہ کی تفہیمات ،علی قاری کی موضوعات کبیر،عبدالحی لکھنوی کی دافع الوسواس،اورصدیق حسن بھوپالی کی اقتراب الساعۃ)تو اس سے مراد مبشرات وفیوض وبرکات ہیں، ان حضرات کے کلام کومحمد یہ پاکٹ بک از محمد عبد اللہ معمار غیر مقلد ،ص۴۴۴ پر یوں بیان کیا گیا ہے کہ''اولیاء امت کا نام انہوں نے غیر تشریعی نبوت مان رکھا ہے لکل ان یصطلح ''۔لیکن مولوی عبد الغفور اثری غیر مقلد مصنف 'حنفیت اور مرزائیت ''کو یہ بات کون سمجھائے ؟۔

نانوتہ کا معنی جدید پیغام

ناظرین کی دلچسپی کے لئے عرض ہے کہ سوانح قاسمی کے دیوبندی مصنف نے اعتراف کیا ہے کہ نانوتہ کا معنی جدید پیغام ہے ۔(سوانح قاسمی ج۱،ص۵۴)اور یہ کہ نانوتہ کا منحوس ہونا زبان خلق پر تھا ۔(سوانح قاسمی ج۱،ص۵۳)چنانچہ امت مسلمہ نے نانوتہ کی نحوست کے سبب مذکورہ جدید پیغام سنا۔مزید برآں یہ کہ نانوتوی صاحب ''تصفیۃ العقائد''میں کہتے ہیں کہ دروغ صریح (ناقابل تاویل جھوٹ) کی کئی قسمیں ہیں،ہرقسم سے انبیاء کا معصوم ہونا ضروری نہیں ۔اس جدید پیغام پر دیوبند ہی سے فتوائے کفر جاری ہوا ۔(ماہنامہ تجلی ،دیوبند،اپریل ۱۹۵۶ء)نانوتوی صاحب نے اپنی کتاب ''آب حیات''میں جدید پیغام دیا کہ انبیاءکرام کی موت کے وقت ان کی روح بدن سے ایک لمحہ کیلئے بھی جدا نہیں ہوتی ۔(تو پھر موت کا کیا معنی رہا؟)اور پھر مزید اسی کتاب میں جدید پیغام دیا کہ دجال بھی متصف بحیات بالذات ہے۔پھر نانوتوی صاحب نے ''قصائد قاسمی''میں ایک جدید پیغام دیا کہ اگر مدینہ شریف کا کتا کفر پر مرے ہوئے ابلیس کی لاش کو چھو لے تو پھر بہشت بریں میں ابلیس کا مزار بنانا ہم دیوبندیوں کی ذمہ داری ہے ۔(جو مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے صحابہ کرام کے مزارات شہید کرنے کی تائید کر چکے ہیں)شعر ملاحظہ ہو۔

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ ترا اس کی نعش   تو پھر خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

سنبھل(ضلع مرادآباد) کے دیوبندیوں نے اس شعر کو کفر قرار دیا ہے ،مگر دیوبند میں اس شعر کا دفاع کیا جارہا ہے۔(تحقیقات از مفتی شریف الحق امجدی،ص۲۴۷)شیطان کا مزار بنانے کا یہ جذبہ آخر کسی وجہ سے ہی ہوسکتا ہے۔ویسے سوانح قاسمی کے مصنف نے''دیو(شیطان) کے باندھنے کا ذریعہ واقعی کا نام دیوبند بتایا ہے''۔(سوانح قاسمی ،ج۱،ص۱۷۹)اوپر کے جدید پیغامات نانوتہ بھی واضح کر رہے ہیں کہ شیطان جس سے لوگوں کو اپنے ساتھ مقرون کرتا اور باندھتا ہے،اس قرن الشیطان پھندے اورٹریپ کا نام کیا ہے؟۔ہم ناظرین کو یاد دلاتے چلیں کہ ۱۸۷۰ء میں برطانیہ میں جوخفیہ منصوبہ بنا تھا اس میں ایک ظلی نبی تیار کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔اس کے دوسال بعد ۱۸۷۲ء میں ظلی اور بالعرض نبی کا نظریہ لے کر تحذیر الناس نمودار ہوئی تھی۔نانوتوی صاحب بعد ازاں سات آٹھ

سال زندہ رہے۔ اس دوران دعویٰ کیا گیا کہ ثقلِ وحی بوقت نزول وحی کی کیفیت نانوتوی پر بھی ہوتی ہے۔ (سوانح قاسمی ج ا،ص ۲۵۹) اور آخر کار مکاشفے کے زور پر دعویٰ کیا گیا کہ نانوتوی کی قبر عین کسی نبی کی قبر میں واقع ہے ۔(مبشرات دارالعلوم ص ۳۰۶) اور خواب میں باری تعالیٰ کا گود نشین ہونے کا دعویٰ بھی کیا گیا۔ (سوانح قاسمی ج ا،ص ۱۳۲) لیکن نانوتوی صاحب نے ایک بڑا عجیب وغریب دعویٰ کیا کہ ''میں بے حیا ہوں اس لئے وعظ کہہ لیتا ہوں''۔ (سوانح قاسمی ج ا،ص ۳۹۹) اس سے دیوبندی خطیبوں اور واعظوں کو بھی سبق سیکھنا چاہیے۔

۳۔مولوی رشید احمد گنگوھی کا جرم:

پسِ منظر وہی تقویۃ الایمان ص ۱۶ کا موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ اس کے جواب میں علامہ فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ (پ ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء ۔ف ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) نے ۱۲۴۰ھ میں ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' لکھی، جس میں آخری نبی کے بعد اب کروڑوں آخری نبی ممکن ماننے کو امکان کذب باری تعالیٰ کے مترادف ٹھہرایا گیا، اٹھارہ علماء نے کتاب کی تصدیق کی۔ آپ نے اس مسئلہ پر کتاب ''امتناع النظیر'' بھی لکھی۔ صاحب تقویۃ الایمان نے رسالہ ''یکروزی'' میں لکھا کہ ہم نہیں مانتے کہ خدا کا جھوٹ بولنا محال ہو۔ ۱۳۰۰ھ میں فتویٰ ''جامع الشواھد'' چھپا، جس میں وہابیہ کا پہلا عقیدہ ہی یہی لکھا گیا کہ وہ خدائے پاک کا جھوٹ بولنا ممکن کہتے ہیں۔ (فتح المبین ص ۴۴۰، دیوبندی مناظر امین صفدر اوکاڑوی کی کتاب تجلیات صفدر ج ا،ص ۲۔ ۶۲۱، اور مجموعہ رسائل ج ۳،ص ۹۸ میں فتح المبین کی تائید وحمایت موجود ہے مع علمائے حرمین شریفین کی تائید کے) ۱۳۰۲ھ میں ''انوار ساطعہ'' لکھی گئی تو اس میں اسی امکان کذب کے دھبہ کا ذکر کیا گیا ۔۱۳۰۴ھ میں رشید احمد گنگوھی اور خلیل احمد انبیٹھوی نے کتاب براھین قاطعہ لکھی تو اس میں امکان کذب باری کو قدیم علمائے اسلام کے درمیان مختلف فیہ قرار دے کر طعن کا دروازہ بند کرنے کی کوشش کی گئی۔ (براھین قاطعہ،ص ۲)۔

دیوبندیوں کے اس امکان کذب کے مسئلے کا رد کئی حضرات نے کیا مثلاً مولوی محمد بن عبدالقادر لدھیانوی نے ''تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان'' لکھی۔ (فتاویٰ قادریہ ص ۹۴۔۱۴۱) مولانا احمد حسن کانپوری علیہ الرحمہ نے رسالہ ''تنزیہ الرحمن عن شائبۃ الکذب والنقصان'' لکھا، اس پر مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور مولانا عبداللہ ٹونکی نے تقریظ لکھی، مولانا عبداللہ ٹونکی نے اپنا رسالہ ''عجالہ الراکب فی امتناع کذب الواجب'' ۱۳۰۸ھ میں شائع کیا۔ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے ۱۳۰۷ھ میں رسالہ ''سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح'' لکھا۔ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء میں مناظرہ بہاول پور میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا تو علماء دیوبند نے امکان کذب باری کے علاوہ باری تعالیٰ کیلئے چوری وشراب خوری وجہل وظلم کا امکان بھی تسلیم کر لیا۔ (تذکرۃ الخلیل ،ص ۱۴۶) (حالانکہ چوری اس چیز کی کی جاتی ہے جو اپنی ملکیت نہ ہو بلکہ دوسرے کی ملکیت ہو، چوری کا امکان مان کر ایک خدا سے زائد خدا مان لئے گئے، شراب خوری کا امکان مان کر خدا کو کھلم کھلا جسم اور شخص مانا گیا، جہل کا امکان مان کر اللہ کا علم ممکن مانا۔ بلغتہ الحیر ان،ص ۳ پر اللہ کا علم غیب بمعنی قدرت علی الغیب لیا گیا۔ تقویۃ الایمان میں ہے کہ خدا جب چاہے غیب دریافت کر لیتا ہے، حتیٰ کہ دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود حسن نے لکھا کہ ''ہم بے شک کذب اور دیگر قبائح کو فی نفسہ ممکن ومقدور تسلیم کرتے ہیں'' الجہد المقل، ج ا،ص ۸۵۔) وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ۔

ہمارے حضرت غزالئی زماں، امام اہلسنت، پندرھویں صدی کے مجدد برحق حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۸۶ء) نے تیرہ سال کی عمر میں رسالہ ''تسبیح الرحمن عن الکذب النقصان'' تحریر فرمایا ۔آج تک کوئی مخالف اس کا جواب نہ دے سکا۔ کتابی شکل میں کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے، ماہنامہ السعید ملتان، شمارہ

فروری ۱۹۹۷ء میں یہ پورا رسالہ موجود ہے۔اسی شمارہ کے صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸ سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۴۳ء میں دیوبندیوں نے بہاول پور کے علاقہ اوچ میں جب حضرت پر قاتلانہ حملہ کیا تو اس وقت بھی حضرت اسی کذب کے مسئلے کا رد فرما رہے تھے۔تو گویا آپ نے اللہ پاک کی سچائی ثابت کرنے کے لئے قلم ہی نہ چلایا بلکہ خون کا نذرانہ بھی دیا۔

امکان کذب باری کے ثبوت کیلئے بہت ہاتھ پاؤں مارے گئے، اس کوشش میں انہیں عجیب سوجھی کہ امکان کذب کو ان لوگوں نے خلفِ وعید کے مترادف قرار دے ڈالا۔(قیامت کے دن گناہ گاروں کی بخشش سے وعیدوں کے بظاہر خلاف ہوگا، یاد رہے کہ عفو ومغفرت کی آیات نے آیاتِ وعید کو مخصوص ومقید کر دیا ہے۔) چنانچہ براہین قاطعہ، ص۲ پر ہے کہ ''امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلفِ وعید آیا جائز ہے یا نہیں''۔ حالانکہ خلفِ وعید کو جو قدماء کذب مانتے ہیں وہ سرے سے اس کے امکان کے قائل نہیں ہیں اور جو قدماء اسے کذب نہیں مانتے محض کرم نوازی مانتے ہیں وہ صرف اس کے امکان کے قائل نہیں بلکہ اس کے اس کے وقوع کے قائل ہیں۔یعنی خلفِ وعید کے امکان میں نہیں بلکہ وقوع میں اختلاف ہے، لہٰذا اگر خلفِ وعید پر امکان کذب کو قیاس کیا جائے گا تو پھر وقوع کذب لازم آئے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بے شمار گناہ گاروں کی مغفرت فرمائے گا۔رشید احمد گنگوہی نے براہین قاطعہ میں امکان کذب کے مسئلے کو خلف وعید کے مترادف قرار دے کر بظاہر تو امکان کذب باری مانا ہے، مگر حقیقت میں اس نے وقوع کذب باری ہی مانا ہے۔چنانچہ ۱۳۰۸ھ میں مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب سے سوال ہوا کہ ایک شخص وقوع کذب باری کا قائل ہے، آیت (جو مومن کو عمداً قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے) کا مقابلہ آیت (بے شک اللہ شرک کی مغفرت نہیں کرتا اور اس کے نیچے سب گناہ بخش دیتا ہے) سے کرتا ہے۔گنگوہی صاحب نے جواب میں لکھا کہ ''اگرچہ شخص ثالث نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال نہیں کہنا چاہیے''۔فتوے میں آگے تاویل کر کے صاف لکھا ''لہٰذا وقوع کذب کے معنی درست ہوگئے''۔(اصل فتوے کا فوٹو کتاب دیوبندی مذہب کے صفحہ ۱۵۹ پر موجود ہے) امکان کذب کو خلف وعید سے وابستہ کرنے سے براہین قاطعہ پر جو وقوع کذب ماننا لازم آ رہا تھا، اس فتوے میں اس کا عبارۃً اقرار بھی کر لیا گیا۔گنگوہی صاحب نے اپنے دوسرے چہیتے شاگرد مولوی محمد حسن مرادآبادی کے نام سے ''تقدیس القدیر'' چھپوائی تو اس کے صفحہ ۷۹ پر اقرار کیا گیا کہ ''گفتگو جواز وقوعی میں ہے نہ کہ جواز امکانی میں''۔صفحہ ۸۷ لکھا کہ ''جواز وقوعی میں بحث ہے''۔مرتضیٰ حسن چاند پوری دربھنگی نے ''اسکات المعتدی'' صفحہ ۱۳ پر اکابر اشاعرہ کو وقوع کذب الٰہی کا قائل ظاہر کیا۔معاذ اللہ۔(تکمیلات الاستمداد)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب ایک فتویٰ دیوبندیوں کی کتابوں میں موجود ہے، جو دیوبندیوں کے نزدیک قابل اعتماد و معتبر ذریعہ سے پہنچا ہے تحریف شدہ نظر آنے کے باوجود اس میں بھی براہین قاطعہ کی جہالت ہی ظاہر کی گئی ہے۔لکھا ہے کہ ''رہا خلاف علماء کو جو در بارۂ وقوع وعدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے وہ در اصل کذب نہیں صورت کذب ہے''۔(فتاویٰ رشیدیہ ص۹۶، ضمیمہ براہین قاطعہ، ص۲۷۴، عباراتِ اکابر، ص۴۵ وغیرہ) خود ہی مان بیٹھے کہ وقوع خلف وعید کو کذب قرار دینا باطل تھا۔مگر اب کون پوچھے کہ جناب آپ تو امکانِ کذب باری ثابت کرنے نکلے تھے وہ تو ثابت نہ ہوسکا، تو حاجی امداد اللہ کا اتنا فتویٰ درج کرنے سے کیا حاصل ہوا؟۔بہرحال امکان کذب کے سلسلے میں ان کی طرف سے دی گئی خلف وعید کی دلیل کو اگر برحق اور صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ دیوبندی حضرات قیامت کے دن کے لئے وقوع کذب باری کے قائل ضرور ہیں۔مولانا غلام دستگیر قصوری نے اسی لئے فرمایا تھا کہ۔

خلیل احمد خدا را گفت کاذب　　دلیل آورد از خلف المواعید　　(تذکرۃ الخلیل ص۱۳۲)

یعنی مصنف براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد انبٹھوی امکان کذب الٰہی کے اثبات کیلئے خلف وعید کی دلیل پیش کر کے وقوع کذب الٰہی کے قول کا مرتکب ہوا ہے۔

پہلا اعتراض

وقوع کذب کے فتوے کے سلسلے میں اب تک کہا گیا ہے کہ یہ مولانا احمد رضا خاں نے گھڑا ہے۔ (المھند ص ۴۷۔ عبارات اکابر ص ۱۴۶ وغیرہ) یہ بدایوں والوں کی جعلسازی اور بریلی والوں کی مکاری ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۸۰۔ رسائل چاندپوری ج ۲، ص ۳۷۸)

دوسرا اعتراض

اور یہ کہ الخط یشبہ الخط

تیسرا اعتراض

ااور یہ کہ فتاویٰ رشیدیہ میں وقوع کذب باری کے قائل کو کافر کہا گیا ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب

اس سلسلے میں پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ وقوع کذب باری کا یہ گنگوہی فتویٰ بریلی یا بدایوں میں نہیں چھپا بلکہ پہلی بار یہ فتویٰ دیوبندیت کے گڑھ میرٹھ میں ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں چھپا۔ مولانا نذیر احمد خاں رامپوری، احمد آبادی نے وقوع کذب باری ماننے کے سبب رشید احمد گنگوہی کو کافر قرار دیا اور ان کا فتویٰ ۱۳۰۹ھ میں مطبع خیر المطابع میرٹھ سے شائع ہوا۔ پھر دس سال بعد ۱۳۱۸ھ میں یہی فتویٰ مع رد بلیغ بمبئی سے شائع ہوا۔ ایک سال قبل ۱۳۱۷ھ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے "فتاویٰ الحرمین بر جف ندوۃ المین" لکھی اس میں پانچواں سوال امکان کذب الٰہی کے بارے میں ہے۔ مگر وقوع کذب باری کے بارے میں خاموشی ہے، جو اس فتوے کے بارے میں ان کی بے خبری و بے علمی کو ظاہر کرتی ہے۔ پھر ۱۳۲۰ھ میں گنگوہی فتویٰ مع رد قاہر مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ سے شائع ہوا۔ ۱۳۲۰ھ میں امام احمد رضا نے "المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد" لکھی تو اس میں گنگوہی صاحب کے وقوع کذب الٰہی کے فتویٰ کا ذکر کر کے تکفیر فرمائی۔ گنگوہی فتویٰ شائع ہونے کے بارہ سال بعد امام احمد رضا کے یہاں اس کا رد ہو رہا ہے۔ فتویٰ تو میرٹھ اور بمبئی والے شائع کریں مگر نزلہ گرے بدایوں اور بریلی والوں پر اور گالیاں ملیں امام اہلسنت، الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو۔

نہ تم کفر کرتے نہ تکفیر ہوتی　　رضا کی خطا اس میں سرکار کیا تھی؟

دوسرے اعتراض کا جواب

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ الخط یشبہ الخط کا قاعدہ اپنے مقام پر برحق ہے، تاہم خطِ مفتی اگر حجت شرعیہ نہ ہو تو تمام فتاویٰ و کتب غیر معتبر ہو جائیں۔ ہاں اگر گنگوہی صاحب (متوفی ۱۳۲۳ھ) نے اشاعت فتویٰ کے بعد اپنی زندگی کے باقی پندرہ سالوں میں اس فتویٰ سے انکار کیا اور اس کی تردید میں فتویٰ لکھا ہو تو اس کا فوٹو پیش کیا جائے۔ (اگرچہ آپ کے بقول الخط یشبہ الخط کا قاعدہ وہاں بھی لاگو ہوگا) اگر فتویٰ جعلی ہوتا تو یہ مقدمہ بازفرقہ آسمان سر پر اُٹھالیتا، مقدمے کرتا اور گنگوہی کی جوابی تحریر کے فوٹو شائع کرتا، مگر ایسا نہ ہو سکا کیونکہ وہ فتویٰ واقعی گنگوہی صاحب کا تھا۔ خوش خطی گنگوہی صاحب کی تھی (مکاتیب رشیدیہ میں گنگوہی کی تحریر کا عکس موجود ہے)۔ لب ولہجہ کلام گنگوہی صاحب کا ہے، دلیل بھی گنگوہی صاحب کی ہے جو وہ براہین قاطعہ میں بھی پیش کر چکے ہیں۔ گنگوہی صاحب شہر خموشاں کو سدھارے تو اب خاموش چیلوں نے بولنا شروع کیا، بلکہ چیخنا چلانا شروع کیا کہ یہ فتویٰ ہمارے حضرت کا نہیں ہے۔ گویا مان گئے کہ یہ کفریہ فتویٰ ماننے کے لائق نہیں ہے، تو جناب یہی بات تو

پندرہ سال سے آپ کے مخالفین آپ سے منوانا چاہتے تھے، مگر آپ کہہ رہے تھے کہ ''حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے''۔ (تذکرۃ الرشید ج۲، ص۱۷)

تیسرے اعتراض کا جواب

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں جو فتویٰ ہے وہ ۱۳۰۷ھ کا ہے، مگر جس فتوے پر تکفیر ہے وہ ۱۳۰۸ھ کا ہے۔ تو پہلے فتوے کو منسوخ کہو تو تمہاری مرضی ہے۔ یا (اپنے فتوے کی رو سے آپ ہی کافر ہوئے) کا قول کرو تو تمہاری مرضی ہے۔ بظاہر یوں لگتا ہے کہ گنگوھی صاحب نے اس مسئلے میں تدریجاً ترقی کی ہے۔ ۱۳۰۰ھ میں ''جامع الشواھد'' چھپی تو اس میں امکان کذب الٰہی کے نظریے کو وہابیہ کی گمراہیوں میں سے گنوایا گیا تھا۔ اس فتوے کی تصدیق گنگوھی صاحب نے بھی کی تھی۔ (فتح المبین، از مولانا منصور علی مرادآبادی، ص۴۵۵) پھر ۱۳۰۴ھ میں براہین قاطعہ میں امکان کذب الٰہی کی تائید کی۔ (براہین قاطعہ، ص۲۔ الشہاب الثاقب، ص۸۲) پھر ۱۳۰۷ھ میں وقوع کذب باری کو کفر قرار دیا۔ (فتاویٰ رشیدیہ) اور ۱۳۰۸ھ میں وقوع کذب باری کے قائل کو کافر گمراہ یا فاسق کہنے سے روکا، مگر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے جب کذب کو صوری و بظاہر قرار دے کر رد کیا تو باقی بعض کو ہوش آیا کہ امکان کذب کا اطلاق بے ادبی ہے، جو بوقت ضرورت کی جا سکتی ہے، معاذ اللہ، (مطالعہ بریلویت، ج۱ ،ص۳۳۴) اور تھانوی صاحب نے بھی اس اطلاق (امکان کذب) کا سوء ادب یعنی بے ادبی ہونا تسلیم کیا۔ (بوادر النوادر، ص۲۰۷) تو گویا گنگوھی صاحب وغیرہ نے امکان کذب کا اطلاق کر کے اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کا ارتکاب کیا ہے اور دیوبندیوں کے نزدیک ایسی بے ادبی ضرورتاً جائز ہے۔ کیا ایسے نادان دوستوں کے ہوتے ہوئے گنگوھی صاحب کے لئے کسی اور کے تکفیری فتوے کی ضرورت رہ جاتی ہے؟۔

٤۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کا جرم:

پس منظر یہ ہے کہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عام کرنے کے سلسلے میں محافل میلاد کے نام سے مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں، ان میں نعتیہ کلام میں ندائے یا رسول اللہ بھی آجاتی تھی، یہ سب کچھ غیر مسلموں پر گراں گزرتا تھا۔ انگریزی اقتدار آیا تو منافقین نے بھی پر کھولے اور کھل کر مخالفت میں آ گئے۔ ایک سوال مرتب ہوا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشعار میں مخاطب و حاضر سمجھنے کے بارے میں پوچھا گیا کہ جائز ہے یا نہیں؟۔ (انوار ساطعہ ص۸) انوار ساطعہ کے نور دوئم کے لمعہ رابعہ میں مولوی عبد الجبار عمر پوری کا جواب یہ نقل کیا گیا کہ ''حضرت کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں، شرک ہے۔ ہر جگہ موجود خدا تعالیٰ ہے۔ اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی''۔ حالانکہ ہر محفل میلاد میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا دعویٰ اہل سنت پر افتراء ہے۔ نظر کرم اور جلوہ ہائے رحمت کا محفل میلاد پر متوجہ و مرتکز ہونا اور بات ہے کبھی تشریف آوری بھی ہو سکتی ہے۔

گھر میں جب دھوپ آ گئی گویا کہ سورج آ گیا　　　ما بدولت خود ہیں شامل محفل میلاد میں

پھر جہالت یہ کہ تشریف لانے اور موجود ہونے میں فرق نظر نہ آیا، مولانا عبد السمیع رامپوری نے اس کی کم عقلی سے چشم پوشی فرمائی اور عبد الجبار کے مذکورہ بالا شرک کے قاعدے کو توڑنے (نقض) کیلئے کچھ عام فہم مثالیں پیش کیں کہ ملک الموت بیک وقت کتنی جگہوں پر روحیں قبض کرنے کیلئے حاضر ہوتا ہے یہ تو مقرب فرشتہ ہے، دیکھ شیطان بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے، یونہی چاند سورج ہر جگہ دیکھنے والے حاضر پاتے ہیں، ان کی اتنی جگہ حاضری ماننا شرک نہیں تو مجالس کی چند جگہوں پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کا امکان کیونکر شرک ہو سکتا ہے؟۔ اسے گنگوھی صاحب کی عیاری سمجھیں یا انبیٹھوی صاحب کی حماقت کہ اسے نقض سے توڑ کر مدعا پر استدلال ٹھہرایا یعنی ان کے

نزدیک مولانا عبدالسمیع نے یہ بتایا ہے کہ جب شیطان وملک الموت ہر جگہ موجود ہیں تو اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر جگہ ضرور (علمی وجسمی طور پر) موجود ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر مخلوق سے افضل ہیں۔ حالانکہ کہاں نقض اور کہاں استدلال قیاسی؟۔

براہین قاطعہ کی ایک متنازعہ فیہ عبارت ملاحظہ ہو کہ "الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ (براہین قاطعہ ص ۵۱)

وہ مزید لکھتا ہے کہ "ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کی برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ"۔ (براہین قاطعہ ص ۵۲)

بلکہ وہ اولیاء کرام سے مقابلہ کراتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اُن اولیا کو حق تعالیٰ نے کشف کر دیا کہ اُن کو یہ حضور علم حاصل ہو گیا۔ اگر اپنے فخر عالم علیہ السلام کو بھی لاکھ گنا اس سے زیادہ عطا فرماوے مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے کس نص سے ہے کہ اس پر عقیدہ کیا جائے اور مجلس مولود میں خطاب حاضر کیا جائے"۔ (براہین قاطعہ ص ۵۲)

۱۳۰۲ھ میں انوار ساطعہ لکھی گئی تھی، ۱۳۰۴ھ میں گنگوہی وانبیٹھوی نے مل کر براہین قاطعہ لکھی، ان دونوں کتابوں کی زبان کا تقابل مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے یوں کیا ہے کہ "انوار ساطعہ کی دل آویز تحریر کو آپ ضبط نہ کر سکے اور براہین جیسی ضخیم کتاب جس کے لفظ لفظ سے غصہ ورنج ٹپک رہا ہے"۔ (تذکرۃ الرشید ج۲، ص۴۲) مولانا نذیر احمد خاں رامپوری احمد آبادی (متوفی ۱۳۲۳ھ) نے انوار ساطعہ کی حمایت میں ۳۶۷ صفحات کی ضخیم کتاب لکھی جو "البوارق اللامعہ علیٰ من اراد اطفاء الانوار الساطعہ" کے نام سے بمبئی میں طبع ہوئی۔ ۱۳۰۷ھ میں انوار ساطعہ کا نظر ثانی شدہ اڈیشن شائع ہوا، جس میں انہوں نے مصنف براہین قاطعہ پر دنیائے اسلام کا ردِ عمل یوں پیش کیا کہ "بہت مقامات پر ایسی ایسی تقریریں دل آزار رقم کی ہیں جس سے اہل اسلام علماء وغیر علماء سب کبیدۂ خاطر ہو گئے"۔ (انوار ساطعہ جدید ص۱۲) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے بھی لکھا کہ "تمام بلاد ممالک ہند مثلاً بنگال و بہار ومدراس ودکن وگجرات وبمبئی وپنجاب وراجپوتانہ ورام پور وبہاول پور وغیرہ سے متواتر اخبار حیرت انگیز حسرت خیز اس قدر آتی ہیں کہ جس کو سن کر فقیر کی طبیعت نہایت ملول ہوتی ہے اس کی علت یہی براہین قاطعہ و دیگر ایسی ہی تحریرات ہیں"۔ (انوار ساطعہ جدید ص ۲۹۸) انوار ساطعہ جدید کے آخر پر علماء کی تقریظات ہیں تقریباً سب نے انوار ساطعہ کی زد میں آنے والے منکر علماء کو گمراہ قرار دیا۔ مولانا نذیر احمد رامپوری احمد آبادی نے انہیں المنکرین المتبعین غیر سبیل المومنین کا لقب عطا فرمایا۔ (انوار ساطعہ جدید ص۲۸۱) براہین قاطعہ کے آخر پر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی طرف منسوب کر کے ایک خط شائع کیا گیا ہے جس سے پہلے مولانا نذیر احمد خاں رامپوری احمد آبادی کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے براہین قاطعہ پر اعتراضات کر کے تکفیر و تضلیل کی ہے۔ (براہین قاطعہ مطبوعہ ساڈھورہ ص ۲۷۱، ۲۷۲) ۱۳۰۹ھ میں بھی آپ نے گنگوہی کے وقوع کذب الٰہی کے فتوے کی بنا پر اس کی تکفیر کا فریضہ سرانجام دیا۔ انکشاف حق والے بدایونی صاحب اور مطالعہ بریلویت والے خالد محمود صاحب متوجہ ہوں اور بتائیں کہ مولانا نذیر احمد خاں رامپوری علیہ الرحمہ نے براہین قاطعہ کی تکفیر کی یا نہیں؟ لہٰذا اس سلسلے میں اپنا ریکارڈ درست کر لیں۔

۱۸۸۳ء میں مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتاب "ابحاث فرید کوٹ" کے صفحہ ۱۵ پر مؤلف براہین قاطعہ نے مولانا غلام دستگیر قصوری کی شان یوں بیان کی "حامی دین متین قامع اساس المبتدعۃ والضالین مولانا مولوی عبد الرحمٰن غلام دستگیر قصوری ادام اللہ فیوضہ الی یوم الدین"۔ (انوار ساطعہ جدید ص ۲۶۹) مولانا غلام دستگیر قصوری

بھی خلیل احمد انبیٹھوی کو سُنی عالم سمجھتے تھے، ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ میں جب آپ بہاول پور آئے تو براھین قاطعہ دیکھی جس سے پرانی محبت سخت عداوت میں بدل گئی۔ (تقدیس الوکیل ص ۱۱)

براھین قاطعه اور کفرکا فتویٰ

چنانچہ شوال ۱۳۰۶ھ/ جون ۱۸۸۹ء میں ریاست بہاول پور میں خلیل احمد انبیٹھوی (اور محمود حسن وغیرہ) کے ساتھ مولانا غلام دستگیر قصوری کا مناظرہ ہوا، جس میں مذکورہ عبارات بھی سامنے لائی گئیں۔ اس کا نتیجہ ۱۱ر جولائی ۱۸۸۹ء کے "صادق الاخبار بہاول پور" میں یوں شائع ہوا کہ "خلیل احمد اور اس کے ہم عقیدہ اہل سنت سے نہیں، فرقہ وہابیہ اسماعیلیہ سخت بے ادبوں سے ہیں"۔ (تذکرۃ الخلیل، ص ۱۳۴) اس فتوے پر میاں صاحب (حضرت خواجہ غلام فرید) اور پندرہ سے زائد حضرات کے دستخط تھے۔ اس پر دیوبندیوں کو بڑی کوفت ہوئی اور یہاں تک لکھ گئے کہ "دستخط کنندوں کی مستورات کے دستخط کیوں نہ کرائے؟"۔ (تذکرۃ الخلیل، ص ۱۵۰) اور آخر میں اپنی رحمدل انگریز حکومت کی دھونس دی کہ "عجب نہیں یہ مسئلہ پولیٹیکل ہو جائے اور غلام دستگیر ہم کو مجبور کرے کہ ہم گورنمنٹ کو اس طرف متوجہ کریں"۔ (تذکرۃ الخلیل، ص ۱۵۰) ادھر مولانا غلام دستگیر قصوری بھی اپنی سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حرمین شریفین جا پہنچے اور مکہ مکرمہ میں چار مذاہب اہل سنت کے مفتیوں کو روداد مناظرہ تقدیس الوکیل بمع براھین قاطعہ پیش کی، تو انہوں نے خلیل احمد انبیٹھوی اور اس کے ہم نواؤں کو زندیق کا فر واجب القتل قرار دیا۔ مدینہ منورہ کے مفتی احناف اور ایک حنفی عالم سے بھی تصدیق کرائی۔ پھر آپ یہ معاملہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۸۱۷ء۔۱۸۹۱ء) کے پاس لے گئے جسے براھین قاطعہ ص ۱۹، ۲۳ میں "ہمارے شیخ الہند" اور تمام علمائے مکہ پر فائق اور اعلم قرار دیا گیا تھا، تو مولانا رحمت اللہ نے سات آٹھ صفحات کی تقریظ لکھی، تقریظ میں زیر بحث عبارت کا مفہوم یوں لکھا ہے کہ "اور بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کہیں کم تر ہے اور اسی عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا"۔ (تقدیس الوکیل، ص ۴۱۹) اور مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کو براھین قاطعہ کے رد (تکفیر و تضلیل) میں دعائے خیر دی۔ (تقدیس الوکیل، ص ۴۱۵۔۴۲۲) اور علماء نے بھی دستخط فرمائے۔ (واضح رہے کہ مولانا رحمت اللہ کی ایک تقریظ انوار ساطعہ پر بھی موجود ہے)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۱۷ھ) نے مولانا غلام دستگیر قصوری سے مسائل متنازعہ بغیر ناموں کے لکھوائے (ان کے پیر و مرشد ہونے کے ناطے انہیں ابھی ان کی اصلاح کی امید تھی اس لئے ابھی نرمی برت رہے تھے، نیز اس لئے بھی کہ ابھی ان کے نزدیک ان کا لزوم کفر التزام کفر کے درجہ کو نہ پہنچا تھا)۔ عبارت زیر بحث کو وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین قرار دیا گیا۔ اس تحریری فتویٰ کی تائید حضرت شیخ الدلائل مولانا عبد الحق مہاجر مکی علیہ الرحمہ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ اور مولانا انوار اللہ حیدر آبادی علیہ الرحمہ وغیرہ متعدد علماء نے فرمائی۔ (تقدیس الوکیل، ص ۴۴۳، ۴۴۵) واضح رہے کہ انوار ساطعہ کی تائید مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا عبد الحی لکھنوی، مولانا عبد الحق حقانی مفسر دہلوی وغیرہ متعدد حضرات فرما چکے تھے۔ (ملاحظہ ہو انوار ساطعہ جدید، ص ۲۶۶ تا آخر)

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن ۱۳۰۶ھ میں "اعلام الاعلام" لکھتے ہیں تو براھین قاطعہ کی مخصوص عبارات میں سے کسی کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ۱۳۰۷ھ میں "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" لکھا اس میں براھین قاطعہ کے امکان کذب کو ہی ذکر فرمایا۔ اس میں لکھا کہ "(مولوی اسماعیل دہلوی کے) ان مقتدیوں یعنی (امکان کذب کے ان) مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں"۔ (تمہید ایمان، ص ۵۱) ۱۳۱۷ھ میں آپ نے "فتاویٰ

السحرمین بر جف ندوۃ المین'' لکھا اس میں بھی براھین قاطعہ کی متنازعہ فیہ مذکورہ بالا عبارت کا تذکرنہیں ملتا ۔۱۳۱۷ھ میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کا انتقال ہوگیا تو گویا براھین قاطعہ والوں کی اصلاح کی امید ہی جاتی رہی ۔۱۳۱۸ھ میں دہلی سے اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خاں علیہ رحمتہ الرحمٰن کے پاس سوال بھیجا گیا جس میں براھین قاطعہ کی مذکورہ بالا متنازعہ عبارت کا تذکرہ بھی کیا گیا تو امام احمد رضا خاں علیہ رحمتہ الرحمٰن نے رسالہ'انبا المصطفےٰ بحال سرّ و اخفیٰ'' تحریر فرمایا، جس میں دکھی دل کے ساتھ لکھا کہ''وہ شخص جو شیطان کے علم ملعون کو علم اقدس حضور پُرنور عالم ما کان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زائد کہے اس کا جواب اس کفرستان ہند میں کیا ہوسکتا ہے انشاء اللہ القہار روز جزاء وہ ناپاک نا نجار اپنے کیفر کفری گفتار کو پہنچ گا، و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ، یہاں اسی قدر کافی ہے کہ یہ ناپاک کلمہ صراحتاً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عیب لگانا کلمۂ کفر نہ ہوا تو اور کیا کلمہ کفر ہوگا''۔(مجموعہ رسائل اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۵۶)

۱۳۲۰ھ میں آپ نے'' المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد ''لکھی جس میں براھین قاطعہ کی یہ عبارت لکھی کہ''شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔اس سے پہلے لکھا''شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے'' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اتنا محدود مانا کہ''شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں''۔پھر ۱۳۲۴ھ میں علمائے حرمین شریفین نے اس براھین قاطعہ کی عبارات متنازعہ مذکورہ کے قائلین کو کافر قرار دے دیا۔

اب یہ رونا رویا گیا کہ اہل حرم اُردو سے بے خبر تھے، اُردو دان ہوتے تو ان عبارات کو برحق قرار دیتے ۔اس میں بھی دراصل علمائے حرمین پر الزام ہے کہ بے سمجھے اور بغیر مترجم سے رابطہ کئے اردو کی کتاب براھین قاطعہ کی تکفیر کی ہے ۔حالانکہ ایسا نہیں ہے، انہیں فتوائے کفر کی سنگینی، آداب اور احتیاطیں یقیناً معلوم تھیں، پھر ان میں مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی اُردو دان کا فتویٰ بھی موجود ہے، بلکہ اُردو دانوں نے بہاول پور میں، ہندوستان میں، پھر حرمین میں اٹھارہ سال پہلے ہی اس عبارت کو گستاخی قرار دیا تھا، اس وقت خواجہ غلام فرید، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا نذیر احمد خاں رامپوری، مولانا غلام دستگیر قصوری علیہم الرحمہ وغیرہ بھی کیا اردو سے بے خبر علماء تھے؟۔اور پھر الصوارم الہندیہ میں جن دوسو اڑسٹھ اردو جاننے والے علمائے اسلام نے فتوے دیئے ہیں، کیا وہ صاحب براھین قاطعہ کی مدح وحقانیت شمار ہوتے ہیں؟۔

کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب تم کو بے مہریٔ یارانِ وطن یاد نہیں

اس مقام پر بھی ہمارے مہربانوں نے کئی چالیں چلیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ پر اعتراض کئے ہیں۔

پہلا اعتراض

پہلا اعتراض یہ ہے کہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد کسی کا علم ماننے کو کفر کہا ہے، تو وہ براھین میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد کسی کا علم کیسے مان سکتے ہیں۔(المہند، ص ۵۷، الشہاب الثاقب، ص ۸۸، رسائل چاند پوری، ج ۲، ص ۴۰۹ وغیرہ)

دوسرا اعتراض

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ''یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی'' میں یہ وسعت فیصلہ کن تھا، اس پر غور نہ کیا گیا ،اس سے مراد شیطانی و سفلی علوم، دنیاوی وارضی امور کا علم، شعر وسحر کا علم اور دیگر غیر نافع علم ہیں، جو پیغمبر کی شان کے

لائق نہیں کیونکہ عیب ہیں۔ (مطالعہ بریلویت، ج ا،ص ۳۴۷، الشہاب الثاقب،ص ۹۰، فیصلہ کن مناظرہ وغیرہ)

تیسرا اعتراض

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ شیطان پر قیاس کر کے محض افضلیت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلم (زیادہ علم والا) ثابت کرنا باطل ہے ورنہ ہر مومن بھی شیطان سے افضل ہے تو اعلم بھی مانو، پھر موسیٰ وخضر کا واقعہ اور ہد ہد وسلیمان کا واقعہ بھی ثابت کرتا ہے کہ افضل ہونے سے زیادہ علم والا ہونا ثابت نہیں ہوتا، پھر یہ کہ امام رازی نے تو صاف لکھا ہے کہ "یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علوم لا تتوقف نبوۃ علیھا"۔ (مطالعہ بریلویت ج ا،ص ۳۴۱، الشہاب الثاقب ص ۹۱، عبارات اکابر ص ۱۵۷، رسائل چاندپوری ج ۲ ص ۳۸۸، فیصلہ کن مناظرہ وغیرہ)

چوتھا اعتراض

چوتھا اعتراض یہ کیا کہ جب عطائی علم شیطان کیلئے ثابت مانا ہے اور ذاتی علم کو فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنا شرک لکھا ہے تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ اور ذاتی علم یہ ہوتا ہے کہ عطا شدہ علم سے ایک ذرہ بھی زائد علم ماننا اپنی ذات سے ماننا ہے اور یہ ذاتی علم ہے اور اس کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنا شرک کہا گیا ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۹۴، رسائل چاندپوری ج ۲ ص ۳۸۶ وغیرہ)

پانچواں اعتراض

پانچواں اعتراض یہ کیا گیا کہ صاحب انوار ساطعہ ابلیس لعین کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ مقامات پر حاضر ناظر مان کر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹا رہے ہیں مگر بے ادبی کا الزام صاحب براہین قاطعہ کو دے رہے ہیں۔ (فیصلہ کن مناظرہ، ص ۱۲۲، ۱۲۳)

چھٹا اعتراض

آخر میں چھٹا اعتراض یہ کیا گیا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان (نص قطعی؟) ہے کہ میں دیوار کے پار نہیں جانتا، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس حدیث کے واقعی راوی ہیں۔ محیط زمین علم کے دعوے کہاں اور کہاں دیوار کے پار کا علم؟ حدیث ماادری اور مسئلہ شہادت نکاح بھی علم محیط زمین کے خلاف ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب

اس سلسلے کے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ دیوبندی حضرات خود پر فتویٰ لگانے، مذہبی خودکشی کرنے اور کہہ مکرنی کے پرانے عادی ہیں، جب اوروں کے لئے علم محیط زمین کا مانا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو چار دیواری میں نظر بند کر دیا تو پیچھے مکرنے کیلئے رہ ہی کیا جاتا ہے؟۔

دوسرے اعتراض کا جواب

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ "یہ وسعت" میں اسم ضمیر "یہ" ہے، جس کا مرجع پیچھے موجود ہے (علم محیط زمین کا)۔ اس کا فرضی مرجع شیطانی علوم بتانا مکاری اور جھوٹ ہے، پھر شیطان کے علاوہ ملک الموت کے لئے بھی (یہ وسعت) کا لفظ موجود تھا۔ کیا ملک الموت کے لئے بھی دیوبندی مناظروہی شیطانی وسفلی علوم مانتے ہیں جو بشر رسول ﷺ کیلئے گستاخی بتلائے؟ کیا یہ ملک رسول کی گستاخی نہیں؟ من کان عدوا للہ و ملائکتہ ورسلہ ......(سورۃ بقرہ، آیت ۹۸) پر ان لوگوں کو غور کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر کیا دیوبندی حضرات اللہ تعالیٰ کو بھی ان غیبی علوم سے پاک اور بے علم مانتے ہیں یا نہیں؟۔ ان لوگوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ علم فی نفسہ برا نہیں ہوتا ، بالغیر برا ہو سکتا ہے، دیکھیے جادو برا ہے مگر ساحران موسیٰ نے معجزہ اور جادو کا فرق جادو جاننے کی وجہ سے جانا اور یہی ان کے ایمان لانے کا سبب بنا۔ عرب کے جس شاعر نے سورۃ کوثر کے بارے میں کہا کہ یہ بندے کا کلام نہیں، اپنے

علم شعر سے اس نے یہ حق پہچانا، مذاہب باطلہ کی کتابوں کا علم عامتہ الناس کیلئے گمراہی کا سبب ہے، مگر مناظرین اسی علم سے تبلیغ حق اور احقاق حق کا کام لیتے ہیں۔قرآن کا علم تو سبحان اللہ قرآن کا علم ہے، اس کے بارے میں بھی **یضل بہ کثیرا** کا خطرہ بتایا گیا ہے، بلکہ مذاہب باطلہ کے علماء اپنے علم قرآن کی مدد سے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔خوب واضح ہو گیا کہ ہر علم فی نفسہ نور ہے، اور وہ جو بعض علوم کو برا کہا جاتا ہے تو وہ بالغیر برے ہیں نہ کہ فی نفسہ۔اور بالغیر برے علوم سے مسلمانوں کو بچنا چاہیئے۔تعلیم امت کی خاطر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی کہ **اللھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع**۔اس کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **من قلب لا یخشع و من نفس لا تشبع و من دعاء لا یسمع** سے بھی تعوذ سکھایا (حصن حصین مترجم تاج کمپنی، ص ۴۰۹) جس سے واضح ہو گیا کہ پناہ قلب و نفس و دعا اور علم سے نہیں مانگی جاتی بلکہ ان کی منفی تاثیرات سے پناہ مانگی جاتی ہے، تو اب مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ علم مجھے نفع نہ دے اور اس سے کہ میرا دل خشوع و خضوع نہ کرے اور اس سے کہ میرا نفس سیر نہ ہو اور اس سے کہ میری دعا قبول نہ ہو۔کیا آپ نے ایسے عالم کبھی نہیں دیکھے جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے، ان کا علم غیر نافع ہوتا ہے۔یہ مقید دعا تعلیم امت کے لئے ہے۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطلق علم کی زیادتی طلب کرنے کا حکم دیا "**قل رب زدنی علما**" (سورۃ الکہف، آیت ۱۱۴) نیز ارشاد ہوا کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوتے ہیں۔(الزمر، آیت ۹) **انتم اعلم بامر دنیا کم** (تم جانو اور تمہارے دنیاوی کام) کا جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) اپنی اپنی کم علمی ظاہر کرنے کے لئے نہیں ارشاد فرمایا بلکہ ان پر اپنی ناخوشی کا اظہار فرمایا۔فقہ میں بھی یہ جملہ عدمِ رضامندی کی دلیل سمجھا گیا ہے، چنانچہ کوئی خاتون اپنے نکاح کی اجازت دیتے وقت "**انتم اعلم بامرکم**" بولے تو یہ ناخوشی اور غیر رضامندی کی علامت بتلایا گیا ہے۔(فتح القدیر، مزید مثالوں کے لئے کتاب "علم نبوی اور امور دنیا" از مفتی محمد خاں قادری مطبوعہ لاہور دیکھیے) برکتیں تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہیں، ان حضرات نے جلد بازی کی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخوش ہو کر مذکورہ جملہ ارشاد فرمایا تھا۔دنیاوی و ارضی علوم کو بُرا بتلا کر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے بے خبری و بے علمی کا قول جہالت یا عداوت کا آئینہ دار ہے۔فرمان الٰہی ہے کہ "**ان فی خلق السموات و الارض و اختلاف اللیل و النہار لایات لاولی الالباب**" (سورۃ انعام۔آیت ۴۹) بے شک تخلیق ارض و سماء اور اختلاف لیل و نہار میں عقلمندوں کے لئے آیات ہیں۔"**و کذلک نری ابراھیم ملکوت السموات و الارض و لیکون من الموقنین**" (سورۃ انعام، آیت ۷۵) اور اسی طرح (یعنی آپ کی طرح) ہم ابراہیم کو بھی دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائے۔تو سید الموقنین صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت و مشاہدہ ارض و سماء کا کیا کہنا؟ جتنا زیادہ ان آیات کا مشاہدہ ہو گا اُتنا زیادہ ایقان ہو گا۔

رہ گیا علم شعر کا معاملہ تو اس کا تعلق اگرچہ متنازعہ فیہ "علم محیط زمین" سے نہیں ہے، تاہم سرکار صلی اللہ علیہ وسلم شعر سنتے تھے ان میں اصلاح بھی فرماتے تھے اور انعام سے بھی نوازتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم معلم حکمت ہیں اور بعض شعروں کو بھی حکمت میں سے قرار دیا ہے۔(مشکوٰۃ ص ۴۰۹) تو ان حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیائے شعر و شاعری سے بے خبر اور بے علم بتانا جہالت ہی نہیں جھوٹ بھی ہے۔سورۃ یٰس، آیت ۶۹ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ یہ آپ کے شایاں ہے۔(واقعی یہ تو آپ کے غلاموں کی شان ہے) اس آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے آپ کو جو علم دیا ہے یہ شعر نہیں ہے (جو آپ کے شایاں نہیں) بلکہ قرآن مبین ہے۔کیونکہ شعروں کے معنی اکثر غیر مبین ہوتے ہیں۔شاعر کچھ کہنا چاہتا ہے سامع کچھ سمجھتا ہے۔(یہ میں کچھ

بولا وہ کچھ سمجھا مجھے کچھ اور کہنا تھا) فریق مخالف کی جہالت وعداوت کا یہ حال ہے کہ علم شعر کو بھی علم غیب سمجھتے ہیں ۔چنانچہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کرتے وقت اس آیت کو بھی پیش کرتے ہیں تو گویا حالی ، غالب ،اقبال اور دیگر شعراء کو تو علم غیب مانتے ہیں ۔دوسرے اعتراض کا جواب تو اگر چہ ایک سطر میں ہی ہو گیا تھا مگر علم دشمنوں کی جہالت واضح کرنے کے لئے ہمیں طول دینا پڑا۔

تیسرے اعتراض کا جواب

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ''افضلیت سے زیادہ علم والا ہونا کا قیاس'' انوار ساطعہ پر جھوٹ ہے ۔مولانا عبد السمیع رامپوری نے دعوائے شرک کو توڑنے کے لئے (نقض کے لئے) مثالیں دی ہیں ۔ان پر قیاس کر کے بر بنائے افضلیت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ علم والا ہونا ثابت نہیں کیا ہے ۔پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم کے خلاف پیش کئے جانے والے دلائل سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی کمی ثابت نہیں ہوتی ۔بر سبیل تنزل اگر تمہارے نزدیک نقض کا نام ہی دلیل قیاسی ہے تو اس صورت میں بھی یہ یاد رکھیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم محض افضل نہیں ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیتِ مطلقہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے لئے اصل ہر کمال ہیں ۔چنانچہ ہر مخلوق کا کل علم آپ کو ملا اور آپ کی تقسیم سے ہر شئے کو ہر مخلوق کو ملا ۔چنانچہ دیو بندیوں کے جعلی قاسم العلوم نے ہمارے آقا سچے قاسم العلوم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ ''علمت علم الاولین و الاخرین'' ۔(تحذیر الناس ص۴۵،۴۶) پس اگلی پچھلی ہر مخلوق کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہے ۔چلئے افضلیت پر قیاس کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی اور مخالف کے گھر سے ہی اس بات کی نص مل گئی کہ اگر کسی مخلوق کے لئے کوئی علم ثابت ہے تو حدیث علمت علم الاولین والاخرین کی رو سے وہ علم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اس نص سے ثابت ہے ۔اسے قیاس فاسدہ کہنا نص کے مقابلہ پر قیاس کرنا ہے اور نص کے مقابلہ پر پہلے پہل کس نے قیاس کیا ؟ یہ ہمیں بتانے کی ضرورت نہیں ۔البتہ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۶۷۲ھ) نے مثنوی شریف کے دفتر چہارم میں محبوبان حق کے علم کے اثبات کے لئے قیاس تشبیہی سے کام لیا ہے مگر ان کی افضلیت محضہ کی بجائے ان کی محبوبیت ونورانیت کو نمایاں کیا ہے۔

چوں شیاطیں با غلیظی ہائے خویش — واقف اند از سرِّ ما و فکر و کیش
پس چرا جاں ہائے روشن در جہاں — بے خبر باشند از حال نہاں
تو اگر شلی و لنگی کور و کر — ایں گماں بر روح ہائے مہ مبر

(جب شیاطین نجس ہونے کے باوجود ہمارے راز اور سوچ اور طریقے سے باخبر ہیں تو پھر نورانی ارواح دنیا میں پوشیدہ وغیبی احوال سے بے خبر کیونکر ہوں گی ؟۔تو اگر روحانی طور پر بے دست و پا اور اندھا اور بہرا ہے تو بزرگ روحوں پر ایسا گمان نہ کر) واضح رہے کہ مولانا روم علیہ الرحمہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے لئے بھی بمنزلہ پیرو مرشد کے ہیں ،تو براہین والوں کی حیثیت کیا ہے۔

رہ گیا امام رازی علیہ الرحمہ کا یہ کہنا کہ جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں غیر نبی کی نبی پر فوقیت جائز (ممکن) ہے ۔تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ جواز و امکان اور بات ہے اور وقوع اور حقیقت اور بات ہے ۔حقیقت کا اظہار امام رازی نے ہی یوں کیا ہے کہ الامتہ لا تکون اعلیٰ حالا من النبی (تفسیر کبیر زیر آیت فوجدا عبدا من عبادنا) یعنی امت کسی حال میں نبی سے برتر نہیں ہوتی ۔نیز امام رازی کا مذکورہ بالا جواز وامکان کا قول دوسرے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہے نہ کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیونکہ آپ کا صاف فرمان اُوپر بیان ہو چکا ہے کہ علمت علم الاولین والاخرین۔

چوتھے اعتراض کا جواب

چوتھے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ذاتی اور عطائی علم کا فرق یقیناً اپنی جگہ ثابت وحق مسئلہ ہے، مگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذاتی علم کا دعویٰ اہل سنت نے کیا ہی کب ہے کہ ان کو شرک قرار دیا جائے۔ انوار ساطعہ میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملتا۔ پھر جو علم دیوبندی مولوی نے شیطان اور ملک الموت کے لئے ثابت مانا ہے اُسی کی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کی ہے۔ اگر اُدھر عطائی علم مانا ہے تو اِدھر عطائی علم کی نفی کیوں کی ہے؟ اور اگر اِدھر ذاتی علم کی نفی کی ہے تو پھر مقابلے پر اُدھر بھی یقیناً ذاتی علم کے اثبات کا قول کر کے شرک کا ارتکاب کیا ہے۔ (اگرچہ رشید احمد گنگوہی وغیرہ نے ذاتی علم غیب یعنی اللہ تعالیٰ کی اطلاع کے بغیر خود بخود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ماننے کو بھی کفر قرار نہیں دیا، فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۱) پھر یہ عطائی علم شیطان اور ملک الموت کے لئے مان کر بھی دیوبندیوں کو امان نہیں ملتی کیونکہ ان کی کتاب تقویت الایمان ص ۱۰ کی رو سے شرک فی العلم کے سلسلے میں ذاتی وعطائی کی تفریق بے کار ہے۔ ''پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے (معلوم) ہے خواہ اللہ کے دیئے سے، ہر طرح شرک ہے۔ (تقویت الایمان ص ۱۰) پھر عوام اہل سنت کو دھوکہ دینے کے لئے ذاتی علم کا پیمانہ بھی انوکھا پیش کیا ہے کہ ثابت شدہ عطائی علم سے ایک ذرہ زائد علم ماننا ذاتی علم ماننا ہے جس سے شرک سرزد ہو جاتا ہے۔ حضور والا! ہم آپ کی یہ محنت بھی ضائع نہیں کرتے اور اپنی اس گراں قدر تحقیق سے بھی آپ اور آپ کے ہم نوا ہی مشرک ٹھہرتے ہیں۔ وہ یوں کہ دُرِمختار اور شامی سے مولانا عبد السمیع رامپوری نے فقط اتنا نقل کیا تھا کہ شیطان بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے نصِ فقہی سے فقط اتنا ہی ثابت ہوتا تھا۔ مگر صاحب براھین قاطعہ نے تو شیطان کے لیے علم محیط زمین کا تسلیم کر لیا، حالانکہ زمین کے چوتھائی حصہ پر بنی آدم کی رہائش ہو سکتی ہے، مگر وہاں پر بھی ہر ہر جگہ پر بنی آدم موجود نہیں ہے۔ جب علم محیط زمین کا شیطان کے لئے براھین قاطعہ میں مانا گیا ہے تو بنی آدم کے ماسوا مقامات زمین کا علم نصِ فقہی سے نہیں بلکہ از خود اپنی ذات سے مانا ہے، لہٰذا شیطان کے لئے عطائی علم سے زائد ذاتی علم مان کر مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور اس کے ہم نوا مشرک بن چکے ہیں۔

پانچویں اعتراض کا جواب

پانچواں اعتراض یہ تھا کہ انوار ساطعہ والے نے ابلیس کو زیادہ مقامات پر حاضر مانا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کم مقامات پر (جسمانی طور پر) حاضر مانا ہے اور یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ہے معاذ اللہ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تم تو صاحب انوار ساطعہ سے بھی کم مقامات پر (صرف ایک مقام میں) حاضر مانتے ہو تو اگر کم مقامات پر حاضر ماننا بے ادبی ہے تو تم بقول خود بھی بے ادب قرار پائے اور ہم بھی تمہیں یہی مانتے تھے۔

چھٹے اعتراض کا جواب

چھٹا اعتراض یہ ہے کہ اہل سنت نصوص قطعیہ کے مقابلہ پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم محیط زمین مان کر مشرک ہوئے۔ وہ نصوص قطعیہ یہ ہیں۔ ''خود فخر عالم فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ الحدیث، اور شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحر الرائق وغیرہ کتب سے لکھا گیا ہے''۔ (براھین قاطعہ، ص ۵۱۔ عبارات اکابر، ص ۱۵۷۔۱۵۸)

اس سلسلے میں عرض ہے کہ پہلی حدیث میں ہے کہ میں درایت (ظن، تخمین اور قیاس) سے نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ یعنی اپنے اور تمہارے انجام کے بارے میں میرا علم ظنی وقیاسی نہیں ہے بلکہ وحی سے مستفاد اور قطعی اور یقینی ہے۔ درایت کا یہ معنی لغت کی کتابوں میں موجود ہے، یہ معنی نہ لئے جائیں تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ان گنت پیشگوئیوں اور بے شمار خوشخبریوں کو باطل ماننا پڑے گا، مگر دیوبندیوں کو اس سے کیا

؟۔اُن کا امام صاف لکھ چکا ہے ''جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا''۔(تقویت الایمان، ص ۲۷) غیر مسلم بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہی نظریہ رکھتے ہیں جبھی تو وہ اسلام قبول نہیں کرتے۔ایسے موقع پر حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا فتویٰ یوں ہے کہ جو شخص **ما ادری ما یفعل بی ولا بکم** وغیرہ نظر کرکے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کے برابر خیال کرے، وہ گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔(اعلاء کلمتہ اللہ، ص ۶۷) اب رشید احمد گنگوہی وغیرہ کا فیصلہ خود کرلو۔دوسری حدیث کے سلسلے میں عرض ہے کہ ''مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں'' کی سند کے سلسلے میں تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ نے بغیر سند کے اسے کہیں ذکر کیا ہے ۔پھر شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے پھر امام سخاوی رحمتہ اللہ علیہ نے مقاصد حسنہ میں، پھر علامہ قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ نے مواہب لدنیہ میں اس کی سند کی بابت ''**لا اصـــل لـــــہ**'' کے الفاظ کہے ہیں۔(معرکتہ القلم ،ص ۱۴۳،۱۴۴) ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے بھی عسقلانی علیہ الرحمہ کے یہی لفظ ''موضوعات کبیر'' میں درج کئے ہیں ۔(موضوعات کبیر، محقق زغلول، ص ۱۹۸) ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے ''**افضل القریٰ**'' میں فرمایا کہ ''**لم یعرف له سـنـد**''۔(الموت الاحمر۔ص ۳۷) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے بھی اس روایت کو ''بے اصل'' قرار دیا ،لکھتے ہیں کہ ''ایں سخن اصلے ندارد وروایت بداں صحیح نشدہ است''۔(کتاب مدارج النبوۃ، فارسی، ج ۱، ص ۷) جو کسی روایت کی تردید کرے اسے اس کا روایت کرنے والا قرار دینا عجیب سینہ زوری ہے اور یہی سینہ زوری دیوبندیت کا طرۂ امتیاز ہے۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے بر سبیل تسلیم وتنزل دوسرے مقام پر اس بے سند روایت میں تاویل کی ہے کہ ''یعنی بے دانیدن حق سبحانہ'' (یعنی اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے بغیر ازخود)۔(اشعتہ اللمعات، ج ۱، ص ۳۹۲) اگر صاحب براہین قاطعہ نے اس مقام سے روایت نقل کی ہے تو تاویل کو چھپاکر اور مؤوّل کو راوی ظاہر کرکے خیانت کی ہے۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بر سبیل تسلیم وتنزل تیسرا جواب یوں دیا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کلمات **(لا اعلم ما وراء هذا الجدار .وما ادری ما یفعل بی ولا بکم)** بطور عاجزی و انکساری کے فرمائے ہیں۔ان مقامات پر ہمیں خوش نہ ہونا چاہئے۔اس سے پہلے لکھا کہ گمراہوں کے جواب میں ہی سہی اور اپنے علماء کے اتباع میں ہی سہی میری زبان ان باتوں کے ذکر کرنے سے ہی متحاشی ہے۔اور اس سے پہلے حضرت شیخ محقق نے ان جیسے مقامات کو متشابہات سے قرار دیا ہے۔(مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۸۲،۸۳) دیکھا آپ نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے براہین قاطعہ کی ذکر کردہ دونوں حدیثوں کا کس طرح تذکرہ کیا ہے ۔کیا عاجزی وانکساری کے اور کسر نفسی کے مذکورہ کلمات سے استدلال کرنا اور وہ بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو گھٹانے کے لئے شیخ محقق کی روایت وتعلیم ہے؟ (معاذ اللہ)۔متشابہات کے پیچھے اہل زیغ اور فتنہ جو پڑا کرتے ہیں۔(سورۃ آل عمران، آیت ۷) شیخ محقق نے جس بات کو بے اصل کہا یا ازخود علم کی تاویل کی یا کسر نفسی شمار کیا یا متشابہات کے قبیل سے بتلایا۔اُسے نصوص قطعیہ میں شمار کرنا مناظرین دیوبند کا ہی دل گردہ ہے۔مگر اپنے گھر کے اندر پیر پرستی کا یہ حال ہے کہ اپنے کسی دیوان جی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''اس زمانے میں کشفی حالت دیوان جی کی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ باہر سڑک پر آنے جانے والے نظر آتے رہتے تھے، درودیوار کا حجاب ان کے درمیان ذکر کے وقت باقی نہیں رہتا تھا''۔(سوانح قاسمی، ج ۲، ص ۳۷)

اب آیئے نام نہاد تیسری نص قطعی کی طرف، اور وہ مسئلہ مجلس نکاح کا ہے کہ اس میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کا گواہ بنانا کفر ہے کیونکہ یہ علم غیب ماننا ہے۔(فتاویٰ قاضی خاں، بحرالرائق)

اس کا جواب یہ ہے کہ قاضی خاں نے یہ بات ''قالوا'' کے لفظ سے لکھی ہے۔**غنیته المستملی (بحث**

قنوت) میں ہے کہ قاضی خاں یہ لفظ وہاں لاتے ہیں جب بات انہیں اچھی نہ لگے اور آئمہ سے بھی مروی نہ ہو ۔درمختار میں یہ بات ''قیل'' سے لکھی گئی ،وہاں بھی قیل ضعف کی دلیل ہے ۔شامی ،تاتار خانیہ ،حجنہ ملتقط ،معدن الحقائق ، اور خزانتہ الروایات وغیرہ نے تکفیر قول مذکور کو مردود ٹھہرایا ہے ۔فقہاء نے لکھا ہے کہ ضعیف و مرجوع قول پر فتویٰ دینا جاہل ومخالف اجماع کا کام ہے ۔ ابن سنی حدیث لائے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح کے وقت تین بار شہادتین پڑھتے اور اس سے پہلے فرماتے ''اصبحت یا رب اشھدک و اشھد ملائکتک و انبیاء ک و رسلک و جمیع خلقک ۔ (عمل الیوم و اللیلتہ ، از محدث ابن سنی ،رقم الحدیث ۵۲ ،صفحہ ۲۳ ،مطبوعہ بیروت ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء) اے رب میں صبح کرتا ہوں تجھے گواہ بنا کر اور تیرے ملائکہ کو اور تیرے انبیاء کو اور تیرے رسولوں کو اور تیری تمام مخلوق کو گواہ بناتے ہوئے ......الخ ۔ جب انبیاء کرام علیہم السلام کو گواہ بنانا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے تو ایسی سنت پر کفر کا فتویٰ دینا کب جائز ہوسکتا ہے ؟ پھر جن کو اللہ تعالیٰ نے امتیوں کے افعال پر گواہ بنا کر بھیجا ہے ۔ ویکون الرسول علیکم شھیدا(سورۃ بقرہ ۔آیت ۱۴۳) ان کو فعل نکاح میں گواہ بنانا کیونکر کفر ہوسکتا ہے؟ ۔یہ حال ہے براہین قاطعہ کی ان قطعی نصوص کا جن کی وجہ سے وہ مدینہ کا علم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم محیط زمین تو رہا الگ، فقط دیوار پار کا علم ماننے پر بھی تیار نہیں ہوتے ۔ جب کہ شیطان کے لئے بلا دلیل علم محیط زمین مان کر اپنے منہ بولے شرک فی العلم کا ارتکاب کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے ۔لگتا ہے ان کے دل و دماغ میں ایک بہت بڑا دیو بند ہے جو اپنی تعریف کا اور انا خیر منہ کہنے کا کوئی نہ کوئی طریقہ اور موقع نکال لیتا ہے ۔خلاصہ یہ کہ ہمارے سامنے کسی مخلوق کے علم کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے کوئی زائد کہے تو ہم فوراً بے ساختہ معاذ اللہ کہتے ہیں اور دیوبندیوں کے دل میں کسی کے بارے میں یہ خیال آجائے کہ وہ ''اعلم من الشیطان '' (شیطان سے زائد علم والا) ہوگا'' تو فوراً بے ساختہ طور پر معاذ اللہ کہتے ہیں ۔چنانچہ براہین قاطعہ ص ۵۱ اور عبارات اکابر ص ۵۸ ا پر لکھتے ہیں کہ'' اور مؤلف خود اپنے زعم میں تو بہت بڑا اکمل الایمان ہے تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر اعلم من الشیطان ہوگا۔ معاذ اللہ'' اس مقام پر (معاذ اللہ) کے الفاظ کا استعمال کئی مخفی راز بے نقاب کر رہا ہے ۔اپنے بزرگوں کی توہین برداشت نہ کرتے ہوئے دل کی گہرائیوں سے ''معاذ اللہ'' کے الفاظ ادا ہوتے ہیں ۔واضح رہے کہ یہاں یہ اسی شیطان کی محبت سے سرشار نظر آرہے ہیں کہ جن کا مزار بہشت میں بنانے کی مشروط خواہش دل میں لے کر قاسم نانوتوی صاحب مر کر مٹی میں مل گئے ۔اور آگے چل کر اسی تحریک کے مولوی حسین علی (واں بھچراں) اور مولوی غلام خاں (راولپنڈی) نے رسولوں اور ملائکہ کو بھی ایک لحاظ سے طاغوت (عام شیطان) کہنا جائز قرار دے ڈالا ۔ (بلغتہ الحیران ،ص ۴۳) معاذ اللہ ۔

۵۔مولوی اشرف علی تھانوی کا جرم :

پس منظر یہ ہے کہ تقویت الایمان میں از خود یا خدا داد علم غیب ماننے کو شرک بتایا گیا تھا ۔(تقویت الایمان ،ص ۱۰) آگے چل کر غیب کی خبر بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور کہا کہ ''غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر'' ۔(تقویت الایمان ،ص ۵۸) پھر مولوی رشید احمد گنگوہی نے '' مسئلہ علم غیب'' لکھا تو اس میں دعویٰ کر دیا کہ'' ہر چہار آئمہ مذاہب و جملہ علماء متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں ہیں'' ۔(مسئلہ علم غیب از گنگوہی ،ص ۱۵۴ ،ملحق بہ علم غیب از قاری طیب ،مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور) جب اخبار غیب اور اطلاع غیب پر یوں ہاتھ صاف کیا گیا تو اہل سنت کی طرف سے بھی دلائل کتاب وسنت سامنے آئے ۔اب اخبار غیب و اطلاع غیب کا انکار بھول گیا اور اب ان لوگوں نے'' عالم الغیب'' کے معنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنے والے کسی فرضی شخص زید کی تردید کے لئے قلم اٹھایا ، اور تھانوی صاحب نے ۱۳۱۹ء میں صاف صاف لکھ دیا

کہ ''پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے''۔(حفظ الایمان، ص ۷)

تھانوی صاحب کی کھہ مکرنی

یہاں واضح کر دیا جائے کہ نانوتوی و گنگوہی و انبیٹھوی کی تکفیر و تضلیل میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے پہل نہیں کی بلکہ وہ تکفیر پہلے ہی کی جا چکی تھی، جس کی تاریخ اوپر بیان ہو چکی۔امام احمد رضا نے اُن کی تکفیر و تضلیل کے سلسلے میں سابقہ علماء کا ساتھ دیا۔ان کی عبارتوں کے ترجمے اور سیاق و سباق کے حوالے سے کئے جانے والے اعتراضات کا رخ امام احمد رضا کی طرف پھیرنا ایک غیر منطقی سی بات ہے۔کیا دوسرے حضرات نے جو فتوے لگائے وہ دوستانہ حملوں (friendly firing) کے زمرے میں آتے ہیں؟۔بہر حال یہاں بتانا صرف یہ ہے کہ حسام الحرمین میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے از خود صرف اور صرف اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان پر فتویٰ لگایا۔یہ فتویٰ پہلے ۱۳۲۰ھ میں ''المعتمد المستند ''میں لگایا گیا۔تھانوی صاحب اپنی بات پر اڑے رہے تو ۱۳۲۴ھ میں حسام الحرمین میں بھی تھانوی صاحب کی تکفیر و تضلیل کی گئی۔دس سال بعد ۱۳۲۹ھ میں تھانوی صاحب نے ''بسط البنان'' لکھی جس میں کہہ مکرنی کا سہارا لیا اور اپنے آپ کی تکفیر کر ڈالی۔مزید ۱۳ سال بعد ۱۳۴۲ھ میں ''تغییر العنوان'' لکھی، جس میں عبارت تو بدل دی گئی مگر توبہ پھر بھی نہ کی۔کہا کہ پہلی عبارت بھی درست تھی، اور زیادہ بہتر یوں ہے۔مزید بیس سال زندہ رہے اور ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں مر کر مٹی میں مل گئے، اور یوں یہ سیہ جاریہ اپنے پیروکاروں کے لئے چھوڑ گئے۔

اس مقام پر علماء دیوبند نے اپنا دفاع کرتے ہوئے عجیب وغریب اور متضاد چالیں چلیں۔

پہلی چال

پہلی چال یہ چلی گئی کہ متنازعہ فیہ عبارت میں لفظ ایسا مطلق بیان کیلئے ہے مثلاً اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے ۔۔(بسط البنان، از مولوی اشرف علی تھانوی۔مطبوعہ مطبع علیمی دہلی، ص ۱۲) ص)

دوسری چال

دوسری چال یہ چلی گئی کہ یہاں لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے اور تشبیہ سے مساوات لازم نہیں آتی۔(شہاب ثاقب، ص ۱۰۳) ''اور بات سمجھانے کے لئے اعلیٰ کو ادنیٰ سے تشبیہ دینا جائز ہے۔کانا یاکلان الطعام (المائدہ آیت ۷۵) کے آگے جلالین میں لکھا ہے کغیر ھما من الحیوانات (وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے جیسے دوسرے تمام جاندار کھایا کرتے ہیں) یونہی بیضاوی و تاری و صاوی نے ملتی جلتی بات لکھی ہے۔(انکشاف حق از مولوی خلیل بدایونی بجنوری، ص ۱۳۶، ۱۳۸)

تیسری چال

تیسری چال یہ چلی گئی کہ ایسا کا معنی یہاں اتنا اور اس قدر ہے۔(توضیح البیان از مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری، ص ۸، ۱۷)

چوتھی چال

چوتھی چال یہ چلی گئی کہ اس مقام پر ایسا کا معنی ''یہ'' ہے۔(فتح بریلی کا دلکش نظارہ از مولوی منظور نعمانی، ص ۹۰)

پانچویں چال

پانچویں چال یہ چلی گئی کہ شرح مواقف اور مطالع الانظار میں ہے کہ بعض غیب پر مطلع ہونا نبی کا خاصہ نہیں

ہے اور یہی مطلب حفظ الایمان کا ہے۔

چھٹی چال

چھٹی چال یہ چلی کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بعض علم غیب مانا ہے اور دوسری جگہ آپ نے ہر مومن کیلئے بھی بعض غیب کا علم مانا ہے، تیسری جگہ گدھے اور غیر انسان کیلئے بھی کشف مانا ہے اور یہی حقیقت حفظ الایمان میں بیان کی گئی ہے۔ (فیصلہ کن مناظرہ، ص۱۶۰، ۱۶۵)

ساتویں چال

ساتویں چال یہ چلی گئی کہ ''جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفتِ علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں، لہذا علمِ غیب کی کسی شق کو رذیل چیزوں میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہوسکتی''۔ (ترغیم حزب الشیطان مع الشہاب الثاقب ،ص۴۵۹، بحوالہ نصرت آسمانی)

آٹھویں چال

آٹھویں چال یہ چلی اور کہا کہ حضرت عبد القدوس گنگوھی رحمۃ اللہ علیہ نے اولیاء، انبیاء، خواص وعوام کو ایک پہلو سے برابر قرار دیا (مکتوبات) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے نفس انسانیت میں انبیاء علیہم السلام کو غیروں کے برابر کہا (مکتوبات) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے نعمت ہائے عامہ کو مومن و کافر و صالح و فاسق وغیرہ کے لئے یکساں و برابر قرار دیا۔ (تفسیر فتح العزیز) اور مولانا احمد رضا خاں نے ''حیات الاموات'' میں صاف لکھا کہ ''جو بات شرک ہے اس کے حکم میں احیاء و اموات و انس و جن و ملک وغیرھم تمام مخلوق الٰہی یکساں ہیں''۔ (عالم الغیب، از ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی، ص۴۱، ۴۲) تو پھر تھانوی صاحب نے صحیح کہا ہے۔ ان چالوں اور دھوکوں کا مقصد صرف اپنی عوام کو دھوکہ دینا ہے ورنہ یہ دھوکے طفل تسلیوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

پہلی چال اور دھوکے کا جواب

چنانچہ پہلی چال اور دھوکے کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ (اللہ ایسا قادر ہے کہ) یا (زید ایسا خوبصورت ہے کہ) یا (اسلم ایسا چالاک ہے کہ) تو ان فقروں میں ''ایسا'' کا لفظ موصوف میں بیان ہونے والی صفت کی برتری و بڑائی ظاہر کرنے کے لئے بولا جاتا ہے تو اگر تھانوی صاحب وغیرہ متنازعہ عبارت (ایسا علم غیب تو) میں لفظ ''ایسا'' اِن معنوں میں قرار دیتے ہیں تو یہ تو زید و عمر و ہر صبی و مجنون اور جمیع حیوانات و بہائم کے علم غیب کی برتری و بڑائی کو ظاہر کرے گا، تو اس صورت میں ''ایسا'' کا لفظ مابعد والوں کی ماقبل سے برتری و بڑائی کو ظاہر کرے گا، تو اس سے بڑھ کر اور توہین کیا ہوگی؟۔ اسے کہتے ہیں عذر گناہ بدتر از گناہ۔

دوسری چال اور دھوکے کا جواب

دوسری چال اور دھوکے کا جواب یہ ہے کہ یہاں معاملہ محض اعلیٰ کو ادنیٰ سے تشبیہ و تمثیل دینے کا نہیں ہے کہ وہ تو حکمائے اسلام (مثلاً مولانا روم وغیرہ) کے ہاں عام ہے۔ خود سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے محل میں خود کو آخری اینٹ بتلایا ہے۔ تشبیہ اعلیٰ بہ ادنیٰ کے سلسلے میں غرض تشبیہ کو بھی دیکھا جاتا ہے۔ جیسے صاحب براھین قاطعہ نے میلاد شریف کی تحقیر کے لئے عید میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم منانے کو کنھیا کے جنم کے سانگ سے تشبیہ دی۔ (براھین قاطعہ، ص۱۴۸) یا جیسے محافل ایصال ثواب کی تحقیر کے لئے قرآن خوانی کو وید پڑھنے سے تشبیہ دے کر اسے رسم ہنود کہنا درست قرار دیا۔ (براھین قاطعہ، ص۷۹) یونہی تھانوی صاحب کی غرض تشبیہ بھی یہ ہے کہ بعض علم غیب کے سلسلے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی طرح کوئی تخصیص نہیں ہے (اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے؟)۔ یہ

استفہام انکاری ہے،تو تھانوی صاحب نے خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (مذکورہ مسئلہ میں) ختم کرنے اور مٹانے کے لئے اعلیٰ کو ادنیٰ سے تشبیہ دی ہے ۔تو اس قسم کی تشبیہ۔یقیناً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص شان گھٹانے کے لئے ہےاور یہ بے ادبی اور گستاخی ہے ۔اور یہ تشبیہ دراصل برابری اور مساوات کے لئے ہے ۔اگر کہا جائے کہ یہ برابری اور مساوات کے لئے نہیں بلکہ من بعض الوجوہ ہے،تو ہم عرض کریں گے کہ جتنا حصہ غیر برابر مانو گے اُتنا حصہ تخصیص ثابت کردے گا۔جب کہ تھانوی صاحب ہر قسم کی تخصیص ختم کرنے کے درپے ہیں ۔اور ہر قسم کی تخصیص یہاں اُسی وقت ختم ہو گی جب تشبیہ کو برابری اور مساوات کے لئے لیا جائے گا،ورنہ تخصیص ثابت ہو جائے گی جو زید کے حق میں اور تھانوی کے خلاف ہو گی ۔اس میں شک نہیں کہ اہل سنت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض علم غیب مانتے ہیں ۔لیکن مخلوقات (کل شئی ۔اولین وآخرین) کے اعتبار سے ازروئے (تبیانا لکل شئی) اور (علمت علم الاولین و الاخرین) آپ کا علم غیب کل کا درجہ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کے لحاظ سے بعض کا درجہ رکھتا ہے ۔پھر حقیقت محمدیہ ہی ہر علم کی قاسم ہے تمام مخلوقات میں (انما انا قاسم و اللہ یعطی) ۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قاسم العلوم ہیں ۔آپ کا علم قطعی اور یقینی ہے جب کہ زید وعمرو کا کشفی علم قطعی اور یقینی نہیں بلکہ ظنی ہے ۔بچوں اور پاگلوں کا علم کیسا اور علم غیب کیسا اور اسے قطعی اور یقینی ماننا کیسا ؟ حیوانات وبہائم کے ادراک کو بعض اعتبار سے علم کہہ دیا جاتا ہے ۔نبراس میں لکھا ہے کہ عرف ولغت وشرع، بہائم سے علم کی نفی کرتے ہیں، پھر بتایا کہ یہ علم بالعقل کی نفی ہے بالحواس کی نہیں ہے اور علم کی تعریف امام ابومنصور ماتریدی سے یہ نقل کی کہ "وھو صفتہ یتجلی بھا المذکور لمن قامت ھی بہ"۔ظاہر ہے کہ "من" حقیقتاً ذوی العقول کے لئے ہے لہذا غیر ذوی العقول کے ادراک کو علم کہنا مجازاً ہے ۔اب آیئے تھانوی صاحب کے (ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم) کی طرف ۔جب یہ غیر ذوی العقول ہیں اور ان کے ادراک کو حقیقتاً علم ہی قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ مجازاً من وجہ علم کہا جاتا ہےتو ان غیر ذوی العقول کے اس درجہ کے برائے نام علم کو بعض علم غیب قرار دینا اور اس کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے مقابلہ پر لاکر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص علم غیب کا انکار کرنا گستاخی اور ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟۔

تیسری چال اور دھوکے کا جواب

تیسری چال اور دھوکہ کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا کا معنی "اتنا" اور "اس قدر" لیا جائے جیسا کہ مرتضی حسن دربھنگی نے توضیح البیان ص۸ پر اور سرفراز صفدر نے عبارات اکابر ص۱۸۷ پر لیا ہےتو متنازعہ فیہ عبارت یوں بنے گی (تو اس میں حضور ہی کیا تخصیص ہے اتنا اور اس قدر علم غیب تو زید وعمرو ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے حاصل ہے)۔یہ صراحتاً مساوات اور برابری علم غیب کا دعویٰ ہے ۔لگتا ہے کہ غیر ذوی العقول کے عشق میں خود بھی غیر ذوی العقول بنتے چلے جارہے ہیں ۔کیا اتنا اور اس قدر کے الفاظ مساوات اور برابری ثابت کرنے کے لئے نص کا درجہ نہیں رکھتے ؟ ۔مولوی حسین احمد مدنی ابھی قدرے ہوش میں تھے اس لئے ڈرتے ڈرتے لکھ گئے کہ "حضرت مولانا عبارت میں لفظ ایسا فرمارہے ہیں،لفظ اتنا تو نہیں فرمارہے ہیں ۔اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا"۔(الشہاب الثاقب،ص۱۰۲) اب کون بتائے کہ حضرت ! آپ کے ساتھیوں نے "اتنا" کے ساتھ "اس قدر" بھی لکھا ہے ۔کیا یہ دوگنا معنی برابری کے احتمال کو متعین نہیں کررہا؟۔

چوتھی چال اور دھوکے کا جواب

چوتھی چال اور دھوکہ کا جواب یہ ہے کہ "ایسا" بمعنی "یہ" لیں تو معاملہ تشبیہ اور مساوات سے بڑھ کر عینیت کا درجہ اختیار کرلے گا۔یعنی جو بعض علم غیب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، بعینہ وہ علم غیب تو ان ان چیزوں کو بھی

حاصل ہے (معاذاللہ)۔ پھر جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کا ایک مجموعہ قرآن پاک کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے تو تھانوی پرستوں پر لازم آتا ہے کہ زید و عمر ہر صبی و مجنون اور جمیع حیوانات و بہائم کے علوم غیبیہ کے مجموعے پیش کریں اور ان کو مثل قرآن کے مانیں اور ان کی بولی بولیں تاکہ مناظرہ کے عذاب الیم سے ان کی جان چھوٹے۔ (یہی مشورہ مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "مقیاس حنفیت" میں ان کو دیا ہے)

پانچویں چال اور دھوکے کا جواب

پانچویں چال اور دھوکہ کا جواب یہ ہے کہ شرح مواقف اور مطالع الانظار میں فلاسفہ کا الزامی ردّ ہے کہ تم ایک طرف تو کہتے ہو کہ جسے بعض غیب پر اطلاع ہے وہ نبی ہے، اور دوسری طرف کہتے ہو کہ سونے والوں، بیماروں اور ریاضت کرنے والوں کو بھی بعض غیب پر اطلاع ہو جاتی ہے تو تمہارے مذہب پر لازم آیا کہ بعض غیب پر اطلاع خاصہ نبوت نہیں ہے کہ جس کو بعض غیب کی اطلاع ہو اسے نبی مانا جائے۔ ان کے مخالف پر الزام کو اُن کا عقیدہ نہ بتاؤ۔ "بعض غیب پر اطلاع خاصہ نبوت نہیں" کا جملہ الزامی ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ "ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب و لکن یجتبی من رسلہ من یشاء" (آل عمران، آیت ۱۷۹) اور "عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول" (الجن، آیت ۲۶) اور اللہ کے شایان شان نہیں کہ (اے لوگو! اے زید و عمر وغیرہ) وہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے ہاں اللہ چن لیتا ہے جسے چاہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (وہ) غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی (عام آدمی زید و عمر وغیرہ) کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جنہیں پسند فرما لیا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔ ان دو آیتوں میں غیب کی اطلاع اور اظہار کو رسولوں سے خاص بتلایا گیا ہے۔ اس تخصیص کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے۔ پھر اگر نفسِ بعضیت کی تخصیص نہ بھی ہو تو بھی نفس اطلاع و اظہار کی تخصیص تو موجود ہے۔ پھر اگر بفرض محال شرح مواقف و مطالع الانظار کی عبارات کو الزامی نہ قرار دیں تو پھر بھی خاصہ توڑتے ہوئے حقیر اشیاء کو نام لے لے کر مقابلے پر بیان کرنا کیا بے ادبی و گستاخی نہیں ہے؟ دیکھئے اللہ تعالیٰ کو اجمالاً ہر شئے کا خالق کہنا ایمان ہے مگر تفصیل کے ساتھ خالق القردۃ والخنازیر (یعنی پیدا کرنے والا سؤروں اور بندروں کا) کہنا توہین اور گستاخی ہے۔ (الشہاب الثاقب، ص۱۰۵ وغیرہ) (مثلاً۔ بوادر النوادر، ص۲۰۹) (فیصلہ کن مناظرہ، ص۱۵۳) بلکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کسی نے کہہ دیا کہ کتا، گدھا اور عورت نمازی کے آگے سے گزریں تو نماز منقطع ہو جاتی ہے۔ تو آپ ناراض ہوئیں اور فرمایا "قرنتمونا بھم" (مسند امام اعظم)، شبھتمونا بالحمر و الکلاب (بخاری، مسلم) عدلتمونا بالکلاب و الحمر (مسلم) جعلتمونا کلابا (بخاری) تم نے ہمیں ان کے ساتھ ملا دیا، تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں سے تشبیہ دی، تم نے ہمیں کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا، تم نے ہمیں کتے بنا دیا۔ (معاذ اللہ) واقعی کوئی چھوٹا اپنے بڑے کے بارے میں از خود یہ انداز گفتگو اختیار کرے تو بے ادبی و گستاخی ہے۔ مگر کوئی بڑا اپنے سے چھوٹے کے بارے میں ایسا انداز اختیار کرے تو درست اور حق ہے۔ چنانچہ اگر وہ تابعی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر کرتے ہوئے وہ جملہ بولتا تو ام المومنین قطعاً اعتراض نہ کرتیں۔ واضح رہے کہ تھانوی نے یہ انداز تقویت الایمان سے لیا ہے، تقویت الایمان مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان کے صفحہ ۲۲ پر اسماعیل دہلوی نے اپنی اس عادت کا دفاع یوں کیا ہے کہ "میں نے اجمال کی تفصیل کر دی تو کیا گناہ کیا؟" ناظرین پر اجمال و تفصیل میں ادب و بے ادبی کا معاملہ واضح ہو چکا ہے۔ اسماعیل دہلوی کی اس گستاخانہ عبارت کا ذکر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔ کیا ہر بار نبی وولی سے...... شیطاں بھوت ملاتے یہ ہیں۔ (الاستمداد، ص۴۵) کیا ام المومنین کے بیٹے اب بھی حق و باطل کا فرق نہیں سمجھ سکتے؟۔

چھٹی چال اور دھوکے کا جواب

چھٹی چال اور دھوکا کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل جھوٹ ہے، امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ہر صبی و مجنون اور جمیع حیوانات و بہائم کیلئے "علم غیب" کا لفظ کہیں بھی اطلاق نہیں فرمایا ہے، اور نہ ہی آپ نے تھانوی کی طرح کسی جگہ علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا انکار فرمایا ہے اور نہ ہی کہیں آپ نے حفظ الایمان جیسی عبارت کے برحق ہونے کا قول کیا ہے، آپ نے اس عبارت اور اس طرح کے مفہوم کی تکفیر و تضلیل فرمائی ہے۔ اس حوالے سے مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ کے نام پر جو جھوٹ سیف النقی میں گھڑا گیا وہی جھوٹا حوالہ مولوی حسین احمد مدنی نے الشہاب الثاقب، ص ۹۹ پر پیش کر کے جھوٹ کی اشاعت و تبلیغ میں اپنا حق ادا کیا ہے۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی تحریروں سے یہ بات تو متعدد مقامات پر ثابت ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علم غیب حاصل ہے، اگر بفرض محال یہ بھی ثابت ہو جاتا کہ باقی مخلوقات کو بھی بعض علم غیب حاصل ہیں تو بھی انکار خصائص موجود نہیں، نہ ہی تشبیہ کے الفاظ، نہ باقی مخلوقات کی تحقیر و توہین آمیز تفصیل۔ تو اسے تھانوی کی عبارت کے برحق اور غیر توہینی ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کرنا خلق فریبی ہے یا پھر خود فریبی۔ پھر تھانوی کی اس عبارت متنازعہ سے توہین کے اجزاء نکال دیں تو باقی اجزاء سے توہین کی بجائے تعظیم کا فائدہ بھی حاصل کیا جا سکتا ہے، کیونکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ "جب تمہارے نزدیک (اے دیوبندیو) زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی بعض علم غیب حاصل ہے تو اسی طرح اصل ہر کمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض علم غیب ماننا کیونکر کفر و شرک ہو سکتا ہے"۔

ساتویں چال اور دھوکے کا جواب

ساتویں چال اور دھوکا کا جواب یہ ہے کہ مولوی عبدالشکور لکھنوی نے یہ بات تو مان لی کہ "جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے"۔ اب ہم صرف یہ ثبوت پیش کرتے ہیں کہ تھانوی نے لکھا ہے کہ "یہ تو کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بعض غیوب کا علم عطا فرما دیا مگر ان انبیاء کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں"۔ (بوادر النوادر، ص ۵۳۲) پس لکھنوی کے فتوے کی رو سے تھانوی نے بعض غیب کا علم مانتے ہوئے رذیل چیز سے تشبیہ دی ہے اور توہین کا ارتکاب کیا ہے۔ رہ گیا لکھنوی کا خود بعض علم غیب ماننے سے انکاری ہونا تو ایسی بات پر مولوی سرفراز صفدر نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے لئے بعض علوم غیبیہ کا عطا ہونا مسلّم حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں ہے"۔ (تنقید متین، ص ۱۶۲) لیجئے تھانوی کو لکھنوی نے گستاخ بتایا تو لکھنوی کو بھی سرفراز نے مسلمان نہ مانا۔

آٹھویں چال اور دھوکے کا جواب

آٹھویں اور آخری چال اور دھوکا یہ دیا کہ معبود نہ ہونے میں سب برابر ہیں، مخلوق ہونے میں سب برابر ہیں، انسان ہونے میں سب برابر ہیں تو علم غیب میں بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص ماننے کی کیا ضرورت ہے، یہاں بھی معاذ اللہ سب مخلوق کو برابر مانا جا سکتا ہے۔ ان مثالوں سے مطالعہ بریلویت کے مصنف خالد محمود نے صاف مان لیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں ایسا کی تشبیہ سے برابری لازم آتی ہے۔ اب المہند ص ۶۴ دیکھو کہ "جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے"۔ نفس مخلوقیت یا نفس انسانیت میں برابری کا قول کرنا اور بات ہے مگر ان کی مخلوقیت یا انسانیت کے خصائص کا انکار کر کے پھر برابری کا قول کرنا اور بات ہے۔ مابہ الاشتراک (مشترک) باتوں پر مابہ الامتیاز (خاص) باتوں کا قیاس نہ کرو۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ مولوی خالد محمود نے اپنے رسالہ "عالم الغیب" میں حفظ الایمان میں مذکور زید کا تعین کرتے ہوئے صراحۃً جھوٹ بول دیا کہ "زید سے مراد مولانا احمد رضا خاں تھے"۔ (رسالہ عالم الغیب، ص ۵۲)

حالانکہ حفظ الایمان تو ۱۳۱۹ھ میں لکھی گئی ہے جب کہ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے ۱۳۱۱ھ میں "الامن والعلیٰ" لکھی تو اس میں لکھا کہ "مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ ہے"۔(الامن والعلیٰ، ص۲۰۳) مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمہ نے "راد المھند" ص۶۳ پر لکھا کہ "حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا بہتر نہیں"۔ البتہ فتاویٰ مہریہ، ص۱۴ پر حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ نے لکھا کہ "آپ کو عالم الغیب عطائی وہبی کہا جا سکتا ہے"۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ تو سجدہ تعظیمی اور بوسہ وطواف قبر کے بھی خلاف تھے تو انہیں حفظ الایمان کا مذکور زید قرار دینا جہالت ہی نہیں ظلم بھی ہے۔

حفظ الایمان کے ۲۳ سال بعد تھانوی صاحب کو ایک خط لکھا گیا جس میں متنازعہ عبارت کو "بادی النظر میں سخت سوء ادبی" قرار دیا گیا۔ اس کے جواب میں تھانوی نے "تغیر العنوان" لکھی جس میں اعتراف کیا کہ "سوال ہذا میں جو بناء بیان کی گئی ہے ایک امر واقعی ہے"۔ پھر اس کے بعد بھی سابقہ عبارت کو صحیح مانتے ہوئے بہتر اور مستحسن عبارت یوں بنائی کہ "اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے، مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"۔ حالانکہ زید اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتا ہے تو مطلق بعض غیوب کے علم کے سبب نہیں کہتا بلکہ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد خصائص علم غیب کی بنا پر ایسا کہتا ہے۔ تو تھانوی صاحب کا یہ استدلال بے کار ہے، یہ اسی صورت درست استدلال ہوگا جب علمی برابری کا قول کیا جائے ورنہ تخصیص موجود رہے گی جسے زید عالم الغیب کہنے کی وجہ قرار دے گا، اور تھانوی کی یہ دلیل فضول قرار پائے گی۔ تاہم اس بدلی ہوئی عبارت کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ "ایسا" کے لفظ کے سبب اور "زید وعمر ہر صبی مجنون جمیع حیوانات وبہائم" کی تفصیل کی وجہ سے تھانوی صاحب بھی اپنی عبارت کو جی ہی جی میں گستاخانہ مانتے تھے۔ عبارت تو بدلی مگر سابقہ عبارت کو بھی درست قرار دیا اور اس سے توبہ نہ کی اور یوں ایک بے ادب کی حیثیت سے ۱۳۶۲ھ میں مرکر مٹی میں مل گئے۔

حفظ الایمان کے خلاف جہاد سرکار ﷺ نے قبول فرمایا

اس متنازعہ فیہ عبارت کا ردِّ عمل کیا ہوا؟ مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ "اس رسالہ کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول وعرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی"۔(بزم خیر از زید، ص۲۲) میرٹھ میں پیر سید گلاب شاہ نے شاہ ابوالخیر اور مولوی احمد بن قاسم نانوتوی کی موجودگی میں مولوی اشرف علی تھانوی کو للکارا۔ تھانوی نے بسط البنان میں وضاحت کرنے کا بتلایا تو انہوں نے اس کو ٹھکرا دیا اور تھانوی کو گمراہ کرنے والا قرار دیا۔(بزم خیر از زید، ص۱۱) شاہ ابوالخیر نے اپنی نماز باجماعت میں تھانوی کو امام تو کیا مقتدی کی حیثیت سے بھی شامل ہونے کی اجازت نہ دی۔(تحقیقات از مفتی شریف الحق امجدی، ص۳۳۴ بحوالہ بزم جمشید) حیدر آباد (دکن) میں پیر سید محمد جیلانی نے حفظ الایمان کی متنازعہ فیہ عبارت کو قبیح قرار دیا، پھر اشرف علی تھانوی مکہ مسجد میں آئے تو آپ نے تھانوی کے روبرو عبارت مذکورہ کو قبیح ثابت کیا اور اس سے کفر کی بدبو آنا بتلایا، پھر آپ نے مولوی احمد بن قاسم نانوتوی کو بلوایا اور رسالہ کی قباحت بیان کی اور اس کے خلاف فتویٰ دیا، پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر ان کے حفظ الایمان کے خلاف اس جہاد کو قبول فرمایا اور خوشی ظاہر فرمائی اور ان کی مدینہ شریف میں رہنے کی درخواست قبول فرمائی۔(مقامات خیر، ص۶۱۶، سیرت النبی بعد از وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۶، ص۱۶۹، ۱۷۰، از عبدالمجید ایڈووکیٹ دیوبندی) محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش ہونے کی یہ خوش خبری تمام مخالفینِ حفظ الایمان کے لئے ہے اور ہم بے نواؤں کے لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا اور مسکرا دینا ہی سب کچھ ہے۔

آخر میں ایک بار پھر واضح کردوں کہ مخالفین کا آخری سہارا اظہار بعض علماء ومشائخ ہیں کہ انہوں نے اکابر دیوبند کو مسلمان مانا اور تعریف کی ہے اور ان میں بعض اہل کشف بھی شامل ہیں تو اس سلسلے میں جواباً عرض ہے کہ متنازعہ فیہ عبارات کا دفاع کرکے کسی نے مومن صالح مانا ہے تو پیش کرو، ورنہ وہ متنازعہ فیہ عبارات سے بے خبری پر محمول ہے کیونکہ مسلمان پر بدگمانی منع ہے اور کشف والہام دلیل ظنی ہیں۔ اس لئے بدگمانی سے بچنے کے لئے اور دوسرے مسلمانوں سے خود کو کم تر سمجھنے اور عاجزی وانکساری کے جذبے سے (بجائے تکبر کرنے کے) دوسروں کی تعریف کرنا جائز اور ممکن ہے۔ پھر ایک طرف تو تم کہتے ہو کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری سورت نازل ہونے تک بھی منافقین (چھپے ہوئے کافروں) کا علم نہ تھا (بوارق الغیب، ازمولوی منظور نعمانی، ص ۲۱۸، ۲۲۰ وغیرہ) تم یہ بھی کہتے ہو کہ اپنی بے علمی کے سبب قیامت کے دن بھی بعض مرتدوں کو بھی سرکار اپنا امتی اور صحابی قرار دیں گے۔ (بوارق الغیب، ج۲، ص ۴۱-۴۵) پھر ان کے اعمال کی طرف توجہ مبذول کرائی جائے گی تو آپ فوراً اظہار برأت فرمالیں گے۔ پھر تم خود ہی کہتے ہو کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی بے علمی کی وجہ سے کسی چرب زبان کو صادق مان سکتے ہیں۔ (بوارق الغیب، ج۲، ص ۶۹) جھوٹے کو سچا اور منافق ومرتد کو امتی وصحابی کے عارضی فتوے اگر تمہارے نزدیک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بے خبری کی حالت میں دیئے ہیں تو پھر بعض علماء ومشائخ نے بھی اگر اکابر دیوبند کی کفریہ گستاخانہ عبارات سے بے خبر رہتے ہوئے حسن ظن کی بنا پر کوئی تعریفیہ کلمات کہے ہیں تو وہ صحابی سے تو درجہ میں کم ہی کہے ہوں گے۔ اُن بے خبری میں کہے گئے تعریفیہ کلمات پر اترانا ایسے ہی ہے جیسے کوئی مرتد قیامت کے دن امتی اور اصحابی کے الفاظ پر اترائے (جو تمہارے نزدیک بے علمی کی وجہ سے کہے گئے اور ہمارے نزدیک عدم توجہ اور غلبۂ رحمت کی وجہ سے فرمائے گئے، یا پھر زجر وتوبیخ کے طور پر، جیسے "ذق انک انت العزیز الکریم" ۔ہاں ہاں چکھ لے عذاب تو ہی عزت والا اکرام والا ہے)۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتوے کی اہمیت؟

بعض جوشیلے یوں کہہ دیتے ہیں کہ ہم احمد رضا خاں کے تکفیر وتضلیل کے فتوے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی تو اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے کو بھی بزعم خویش غلط بتلاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو بے ایمان (کافر) سمجھا مگر اللہ نے انہیں کافر نہ مانا بلکہ ایمان دار مانا۔ (تذکرۃ الرشید، ج۲، ص ۱۹۵) جب تکفیر کا فتویٰ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی برحق نہیں مانتے تو حسام الحرمین کو برحق نہ ماننا کون سے تعجب کی بات ہے؟

الغرض زمانہ غربت اسلام کا ہے، کفر بکنے والے کو کوئی نہیں پوچھتا، اس پر تنقید کرنے والے کو غیر مہذب سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کی کُرسیاں سلامت رہیں، قائدین ملت کی قیادتیں چمکتی رہیں، علماء کی مسندیں سجی رہیں سجادہ نشینوں کے سجادے پُر رونق رہیں، اُمراء کے ڈیرے آباد رہیں۔ گستاخانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قانونی کاروائی کرنے اور ان سے تعلقاتِ محبت خراب کرنے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے؟ ان حالات میں ہم غربائے اہل سنت اپنے رنج وغم کی فریاد اللہ ہی سے کرتے ہیں اور اس کے سوا ہم رنجور دل اور بے بس لوگ اور کر بھی کیا سکتے ہیں!

وما علینا الا البلاغ